چاند میرے آنگن کا

میم عین

وہ کافی دیر سے آسمان پر نظریں ٹکا کر بیٹھی تھی۔انتظار لمبا ہی ہوتا جا رہا تھا جیسے اس کے لئے۔ساتھ کھڑی لائبہ سے اس کی حالت دیکھ کر ہنسی ضبط کرنا مشکل ہو رہا تھا جو بچوں کی طرح نچلا ہونٹ باہر نکالے آنکھوں میں بے چینی لئے دونوں ہاتھ آپس میں رگڑتی چاند نظر آنے کا انتظار کر رہی تھی۔

"یار لائبہ کب نظر آئے گا چاند؟ "

وہ منہ بسور کر لائبہ سے پوچھنے لگی۔

"ہاں چندا ماما تو میرے سگے والے ماموں ہیں نا جو مجھے اطلاع دے کر نکلیں گے۔"

اس کے طنزیہ جواب پر مسکان اسے گھور کر دوبارہ آسمان کی طرف متوجہ ہو گئی۔

یکا یک وہ اتنی زور سے چیخی کہ لائبہ کا ہاتھ بے ساختہ اپنے دل پر پڑا تھا۔

"چڑیل مجھے تم ضرور کبھی نا کبھی ہارٹ اٹیک کروا کر چھوڑو گی۔"

پر وہ متوجہ ہوتی تو سنتی نا۔

وہ چاند کے نظر آتے ہی جلدی سے کندھے پر پڑا دوپٹہ سر پر اوڑھتی ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے میں مشغول ہو گئی۔

"رمضان کا چاند مبارک!"

وہ دعا مانگ کر چہرے پر ہاتھ پھیرتی اس کی طرف مڑی اور اس کے گلے لگ کر چاند نظر آنے کی مبارک باد دینے لگی۔

"خیر مبارک! تمہیں بھی مبارک ہو! ویسے یہ بتاؤ تم اتنے جذبے سے کون سی دعا مانگ رہی تھی کیوں کہ میرا بھائی تو پہلے سے ہی تمہارا ہے۔"

لائبہ آنکھوں میں شرارت لئے اس سے یہ سوال کرتی گویا اسے ایک تپتے ہوئے توے پر بٹھا گئی۔

"ارے بہن رہنے ہی دو تم تو۔ مجھے اچار نہیں ڈالنا تمھارے اس کھڑوس بھائی کا۔ اللہ نے اس قدر حسین و جمیل لڑکی ان کے نصیب میں کیا لکھ دی ان جناب کے تو مزاج ہی نہیں ملتے۔ کبھی جو نظر بھر کر دیکھا ہو۔ہاں بس حکم چلانے اور رعب جمانے کا پتا ہے بس!"

وہ اپنا دل جو ہلکا کرنا شروع ہوئی تو اس کی فراٹے بھرتی زبان دیکھ کر لائبہ پچھتائی کہ کیوں اس بلا کو چھیڑ بیٹھی وہ بھی اسے جانتے بوجھتے۔

"معاف کر دو مجھے میری بہن! فلحال تو نیچے چلو جا کر سب کو چاند نظر آنے کی خبر دیں۔"

وہ اس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگتی آخر میں اس کا ہاتھ پکڑ کر نیچے کی طرف بڑھ گئی۔

******

یہ منظر تھا نور منزل کے لاؤنج کا جہاں اس وقت تمام اہل خانہ جمع تھے۔

اکبر صاحب اور اصغر صاحب ایل- سی- ڈی کے سامنے صوفے پر بیٹھے ہوئے تھے ۔سامنے ایل- سی- ڈی پر نشر ایک نیوز چینل میں موجود صحافی رمضان کا چاند نظر آنے کا اعلان کر رہا تھا۔ساتھ پڑے صوفہ پر نور بانو بیگم بیٹھی ہوئی تھیں اور ان کے پیچھے کھڑا زمان ان کے کندھے دبا رہا تھا جب کے ان کے بلکل سامنے نیچے زمین پر نینا اور شارق بیٹھے لڈو کھیلنے میں مصروف تھے۔ آمنہ بیگم اور شازیہ بیگم دونوں اس وقت کچن میں موجود کل کے روزے کی تیاری میں مشغول تھیں۔

"شارق بھائی آپ پھر سے چیٹنگ کر رہے ہیں۔"

نینا کے روہانسے لہجے پر شارق ہونٹوں کے گوشوں سے پھوٹتی ہنسی بہت مشکل سے ہی سہی پر ضبط کر گیا۔

"!مینا تم مجھ پر شک کر رہی ہو۔ آئی کانٹ بلیو"

وہ چہرے پر مصنوعی بے یقینی کے تاثرات سجا کر چشمے کے پیچھے چھپی اس کی کالی آنکھوں میں جھانکنے لگا۔

اوفو! شارق بھائی مینا نہیں نینا۔ نینا نام ہے میرا! آپ بار بار کیوں بھول جاتے "
"ہیں ؟

وہ اسے دیکھتی بے چارگی سے بولی تو شارق سے ہنسی ضبط کرنا مشکل ہو گیا۔

ارے میری پیاری مینا! چاہے تمہارا نام نینا ہو یا ٹینا پر میں تو تمہیں مینا ہی بلاؤں گا۔ "
" سمجھی ؟

وہ ابرو اچکا کر پوچھنے لگا تو وہ نا سمجھی سے سر ہلا گئی۔

اتنے میں مسکان اور لائبہ سیڑھیاں پھلانگتی ہوئی نیچے آگئیں اور چاند نظر آنے کی خوشخبری سنانے لگیں تو وہ سب ایک دوسرے سے بغل گیر ہوتے مبارک باد دینے لگے۔

"عمیر کہاں ہے ؟ نظر نہیں آرہا۔"

اکبر صاحب عمیر کی غیر موجوگی محسوس کرتے پوچھ گئے۔

بابا جان عمیر بھائی اپنے دوست کے ساتھ باہر گئے ہیں کہہ رہے تھے کہ تراویح پڑھ "
"کر واپس آئیں گے۔

جواب نینا کی طرف سے آیا تھا کیوں کہ عمیر اسے بتا کر گیا تھا۔

چلو بچو عیشا کی اذان ہو گئی اٹھ کر نماز اور تراویح پڑھو اور وقت پر سو تا کہ سحری کے "لئے اٹھنے میں مشکل پیش نہ آے۔"

دادی جان کے کہنے پر ایک ایک کر کے سب وہاں سے اٹھ گئے اور نماز پڑھنے کے لئے اپنے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔

****

نور منزل میں اس وقت رونق عروج پر تھی۔ سب افراد خانہ پہلے روزے کی سحری کے لئے ڈائننگ حال میں ڈائننگ ٹیبل کے گرد موجود کرسیوں پر براجمان تھے۔ سربراہی کرسی پر دادی جان براجمان تھیں جب کہ دائیں طرف مرد حضرات تشریف فرماں تھے۔ دونوں خواتین کچن میں سحری بنانے میں مصروف تھیں۔ لائبہ اور مسکان کچن سے گرما گرم تازہ پراٹھے اور بھنے ہوئے قیمے کی پیالیاں دستر خوان

تک پہنچا رہی تھیں جب کہ نینا دادی جان کی کرسی کے بلکل ساتھ والی کرسی پر بیٹھی ان سے چھوٹے چھوٹے سوال کر رہی تھی۔

"دادی جان رمضان کا کیا مطلب ہے؟"

وہ گال پر ہاتھ ٹکا کر بیٹھی چہرے پر معصومیت لئے نور بانو بیگم سے محو سوال تھی۔وہ اس کا سوال سن کر مسکرائیں۔

میری بچی رمضان کا لفظی مطلب ہے' جلانے والا' ۔رمضان کا نام اس لئے رکھا گیا" کیوں کہ یہ وہ مہینہ ہے جس میں اللہ پاک سچے اور پکے مسلمانوں کی عبادات اور روزوں کے بدلے میں ان کے گناہ جلا دیتا ہے۔اس لئے ہمیں چاہیے کہ اس پاک مہینے میں جتنی زیادہ عبادت ہو سکے اتنی زیادہ کریں۔اللہ پاک نہایت مہربان ہے۔وہ "اپنے بندوں کو موقع دیتا ہے کہ وہ اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں کا ازالہ کر سکیں۔

ان کا لہجہ حلاوت سے پر تھا۔نینا اور پاس کھڑی مسکان اور لائبہ دم سادھے ان کی باتیں سن رہی تھیں کہ اتنے میں قریبی مسجد سے اعلان ہوا کہ سحری کا وقت ختم ہونے میں بیس منٹ باقی ہیں۔

"چلو بچیو! اپنی ماؤں کو آواز دو کہ آکر سحری کر لیں اب۔"

وہ ان تینوں سے کہنے لگیں تو مسکان نینا اور لائبہ کو بیٹھنے کا اشارہ کرتی خود اپنی امی اور تائی امی کو بلانے کی غرض سے کچن کی طرف بڑھ گئی۔

وہ کچن سے باہر آئی تو سامنے ہی شارق کے ساتھ وہ دشمن جاں بھی بیٹھا ہوا تھا اور اس کی طرف ہی دیکھ رہا تھا۔ جیسے ہی مسکان کی نظر اس پر پڑی تو تو وہ آنکھیں جھکا کر سامنے پڑے کھانے کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اس کی حرکت دیکھتی مسکان لب بھینچ گئی۔

"کیا ہوا بیٹھ بھی جاؤ اب سحری کا وقت نکل رہا ہے۔"

لائبہ کی آواز سن کر وہ اس کے کھڑوس بھائی سے اپنی نظریں ہٹاتی اپنی کرسی پر بیٹھ گئی۔

خاموشی سے سحری کر لی گئی تو تینوں لڑکیاں برتن اٹھانے لگیں۔ مؤذن کی صلاح کی پکار پر مرد حضرات باجماعت نماز فجر ادا کرنے کے لئے مسجد کی طرف رخ کر گئے اور دادی جان اور دونوں خواتین بھی اپنے اپنے کمرے کا رخ کر گئیں تا کہ وضو کر کے

اپنے رب کے حضور حاضری دے سکیں۔ نینا کپڑا لے کر میز صاف کرنے لگی جب کہ لائبہ اور مسکان برتن دھونے لگیں کیوں کہ سحری اور افطاری کے برتن دھونے کی ذمہ داری ان دونوں کی تھی۔ کچن سے فارغ ہونے کے بعد وہ دونوں بھی اپنے مشترکہ کمرے کی جانب بڑھ گئیں۔

****

نماز ادا کرنے اور قرآن پاک کی تلاوت کرنے کے بعد وہ دونوں سو گئی تھیں۔ مسکان کی آنکھ کھلی تو دن کے نو بج رہے تھے۔ اس نے اپنے ساتھ بیڈ پر نظر ڈالی تو لائبہ منہ کھول کر ایک ہاتھ سینے پر اور دوسرا ہاتھ سر کے پاس رکھے سو رہی تھی۔ مسکان نے نفی میں سر ہلایا اور کندھے پر بکھرے سیاہ کالے بالوں کو جوڑے میں باندھ کر سائیڈ پر پڑا دوپٹہ اٹھا کر گلے میں ڈالتی فریش ہونے کی لئے باتھروم کی طرف بڑھ گئی۔ فریش ہو کر وہ نیچے کی طرف بڑھ گئی۔ نور منزل میں اس وقت مکمل خاموشی تھی جو اس بات کی نشاندہی کر رہی تھی کہ مرد حضرات آفس جا چکے ہیں اور

انھیں بھیج کر خواتین بھی سو چکی ہیں۔ نینا کالج جا چکی تھی اور شارق یونیورسٹی۔ جب کہ لائبہ اور مسکان کو یونی سے چھٹیاں تھیں۔ زمان بھی اپنی ورکشاپ پر جا چکا تھا۔ وہ نیچے آکر بغیر دائیں بائیں دیکھے سیدھا سامنے موجود صوفے پر گر گئی۔ وہ کچھ دیر یوں ہی آنکھیں بند کیے پڑی رہی جب اسے اپنے چہرے پر کسی کی نظروں کی تپش محسوس ہوئی۔ اس نے آنکھیں ذرا سی کھول کر اپنی بایین جانب نظر ڈالی تو سامنے دیکھتے ہی اس کی موٹی موٹی نیم وا آنکھیں پھیل کر اپنے اصلی حجم سے بھی بڑی ہو گئی تھیں۔ وہ جھٹکے سے اٹھ بیٹھی اور خفت زدہ سی چور نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگی جو پولیس کی وردی پہنے، تازہ تازہ شیو بنائے، ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے نکھرا نکھرا سا بیٹھا اس کی جانب گہری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

اس کی گہری نظروں سے مسکان کا چہرہ اپنے لباس کی طرح سرخ ہو گیا۔ وہ اس کی نظروں سے خایف ہوتی اٹھ کر وہاں سے جانے لگی جب وہ اسے پکار گا۔

رکو! کہاں جارہی ہو؟" اس کے سوال کرنے پر وہ اپنی جون میں واپس لوٹی۔"

"کیوں آپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟ میری مرضی میں جہاں مرضی جاؤں آپ کون ہوتے ہیں پوچھنے والے۔"

اس کے تڑکھ کر بولنے پر وہ اس کی جرآت پر داد میں ابرو اچکا گیا۔

"مجھے نہیں لگتا مسز عمیر کہ آپ کی یہ بات درست ہے کیوں کہ ایک میں ہی تو ہوں جو آپ سے ہر سوال کرنے کا حق رکھتا ہوں۔ ہمارے درمیان موجود رشتہ یاد ہے آپ کو یا پھر میں یاد کرواؤں۔"

وہ اسے ہاتھ سے پکڑ کر اپنے قریب کر گیا تو مسکان کی سٹی گم ہوئی۔

"اس جلاد میں کس کی روح گھس گئی؟"

وہ بس سوچ کر ہی رہ گئی۔

اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتی مسکان کو آواز دیتی ہوئی لائبہ وہاں آگئی تو عمیر اس کا ہاتھ دبا کر چھوڑتا وہاں سے چلا گیا۔ اس کے جانے پر مسکان نے سکون کی سانس خارج کی اور پلٹ کر لائبہ کی طرف آئی جو اس وقت اس کے لئے فرشتہ ہی ثابت ہوئی تھی۔ وہ لائبہ کر پاس آکر زور سے اس کے گلے لگتی اس کو حواس باختہ کر گئی۔

معاف کرنا بہن شاید تم مجھے غلطی سے عمیر بھائی سمجھ بیٹھی ہو پر میں لائبہ ہوں"

"لائبہ ! تمہاری اکلوتی نند۔

اس کی گوہر افشانی پر وہ مسکان اس کی کمر پر دھپ سے چپت رسید کرتی اس سے الگ ہو گئی تو اس کے نازک سے ہاتھ کے بھاری تھپڑ پر لائبہ آہ کر کے رہ گئی۔

اللہ میرے بیچارے بھائی پر رحم کرے بہت ہی کوئی مردمار قسم کے ہاتھ ہیں"

" تمھارے تو۔ کمر توڑ کر رکھ دی میری۔

وہ اپنی پیٹھ سہلاتی بولی تو مسکان اسے گھورنے لگی۔

ہاں اتنی ہی کوئی نازک پری ہو نا تم۔ اچھا چھوڑو اس بات کو اب یہ بتاؤ کیوں ڈھونڈ"

"رہی تھی مجھے تم؟

اس کے استفسار کرنے پر لائبہ کو یاد آیا کہ وہ اسے ڈھونڈتی ہوئی نیچے آئی تھی۔

ارے ہہاں یاد آیا تمہارا فون بج رہا تھا کب سے تمہاری خالہ کی کال آرہی تھی اسی"

"لئے تمہیں بلانے آئی میں۔

اس کے بتانے پر وہ سر ہلاتی اوپر کی طرف بڑھ گئی پر جاتے جاتے اسے سر پہ تھپڑ مارنا نہ بھولی۔

"!اف بد تمیز لڑکی تم کبھی نہ سدھرنا"

وہ بڑبڑا کر رہ گئی۔

* * * * * *

شام کے پانچ بج چکے تھے۔ آمنہ بیگم اور شازیہ بیگم نے کچن کا رخ کیا تا کہ افطاری کی تیاری کر سکیں۔ اکبر صاحب اور اصغر صاحب اب تک آفس سے نہ لوٹے تھے۔ عمیر بھی ڈیوٹی پر تھا۔ زمان ابھی آفس سے آکر ریسٹ کرنے اپنے کمرے میں جا چکا

تھا۔مسکان اور لائبہ لاؤنج میں صوفے پر بیٹھیں اپنے سامنے لیپ ٹاپ کھولے کپڑوں کے ڈیزائن دیکھنے میں مگن تھیں۔مسکان ساتھ ساتھ اپنے فون پر ایک دوست سے میسج پر بات کر رہی تھی۔دادی جان بھی قریب صوفے پر بیٹھی تسبیح کرنے میں مصروف تھیں جب نینا آنکھیں مسلتی ہوئی وہاں آئی اور آکر دادی جان کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گئی۔

"دادی جان بہت روزہ لگ رہا ہے مجھے۔ حلق خشک ہو رہا ہے پیاس سے۔"

وہ ان کی گود میں سر رکھتے ہوئے منہ بسور کر بولی۔

نہ میری بچی ایسے نہیں بولتے۔اس طرح روزے کا اجر نہیں ملتا۔روزہ اسلام کا" تیسرا اہم رکن ہے جو مسلمان کو مجاہدہ اور ریاضت کی بھٹی میں سے گزار کر کندن بنائے جانے کی طرف ایک اہم راہ ہے۔

رسول پاک نے رمضان کے متعلق خوشخبری سناتے ہوئے فرمایا: "روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں؛ایک افطار کے وقت اور دوسری اپنے رب سے ملاقات کے وقت۔"

یعنی پہلی یہ کہ جب ہم روزہ رکھ کر پورا دن اپنے رب کی رضا کے لئے بھوکے پیاسے

رہتے ہیں تو افطار کے وقت ہمارا خوشی کا عالم ہی نہیں رہتا۔ اور دوسرا یہ کہ روزہ دار کو روزے کے اجر میں آخرت میں اپنے رب کا دیدار نصیب ہو گا کیوں کہ اللہ پاک کا فرمان ہے کہ: " روزہ میرے لئے ہے اور اس کا اجر میں خود ہوں۔" تو بتاؤ بھلا رب سے ملاقات سے بڑھ کر اور کیا ہو گا ایک مسلمان کے لئے۔ اور اگر بار بار ہم ایسے کہیں کہ روزہ لگ رہا ہے، بھوک لگ رہی ہے، پیاس لگ رہی ہے تو ایسے روزے کا اجر نہیں ملتا۔ سمجھی میری بچی؟"

وہ اسے پیار سے سمجھاتی ہوئی آخر میں سوال کر گئیں تو وہ بے ساختہ اثبات میں سر ہلا گئی۔

"جی دادو میں آئیندا اس بات کا خیال رکھوں گی اور اپنی پچھلی غلطی کے لئے اللہ سے معافی بھی مانگ لوں گی۔"

وہ معصومیت سے بولی تو دادی جان خوش ہوتی اس کا ماتھا چوم گئیں۔

"مسکان! عمیر کا سوٹ استری کر دیا تم نے جو میں نے صبح دیا تھا تمہیں؟"

آمنہ بیگم کچن کے دروازے پر کھڑی مسکان کو آواز دے کر پوچھنے لگیں۔ان کی بات سنتی مسکان تپ اٹھی تھی ان کے سوال پر۔

"امی میں نے ٹھیکہ نہیں لے رکھا ان کا ہر کام کرنے کا۔ان کی بہن بھی موجود ہے یہاں پر آپ ہر کام مجھے ہی کیوں کہتی ہیں؟"

اس کے تپے لہجے پر آمنہ بیگم غصے سے اس کی طرف آئیں۔

"بہت زبان چلنے لگ گئی ہے تمہاری۔ شوہر ہے وہ تمہارا ایبی کچھ ہوش کے ناخن لو۔ رونا پڑا رہتا اس کے کام کرتے وقت تمہیں۔اٹھو فوراً! چھوڑو اس منحوس موبائل کی جان اور اس کے کپڑے استری کر کے آؤ۔"

ان کے حکمیہ لہجے پر وہ پیر پٹختی ہوئی وہاں سے اٹھ کر اس کھڑوس کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ گود میں لیپ ٹاپ رکھے بیٹھی اس کی کاروائی ملاحظہ کرتی لائبہ کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"چھوٹی امی آپ مجھے کیوں منع کرتی ہیں بھائی کے کاموں سے۔ ہر کام آپ اس کو ہی کہتی ہیں اور پھر موڈ خراب ہو جاتا ہے اس کا۔"

لائبہ سیریس ہوتی آمنہ بیگم سے پوچھنے لگی۔

"بیٹا ابھی سے عمیر کے کام کرنا شروع ہو گی تو ہی آگے جا کر عادت پڑے گی نا۔ بہت پریشان ہوں میں اماں جی اس لڑکی سے۔ ہر وقت عمیر سے بیزار رہتی ہے۔ ایسا کیسے چلے گا؟"

وہ لائبہ کو جواب دیتی آخر میں اپنی ساس سے مستفسر تھیں۔

"پریشان مت ہو آمنہ جب رخصتی ہو جاگی تو خود ہی عقل آ جاگی۔ میری بچی تھوڑی لاپرواہ ضرور ہے پر بے عقل نہیں۔ اور عمیر بہت ذمہ دار اور سمجھدار بچہ ہے خود ہی اس کو سنبھال لے گا۔"

ان کی باتوں پر آمنہ بیگم کچھ متفق ہوتی کچن میں واپس چلی گئیں۔

****

وہ اپنے دوست سے کال پر بات کرتا ہوا کمرے سے ملحق بالکنی میں نکل آیا۔ شام کے اس وقت سورج بس ڈوبنے کی تیاریوں میں تھا۔ ٹھنڈی ہوا اس کی روح میں سرایت کرتی ہوئی اس کے دل و دماغ پر خوشگوار اثر مرتب کر رہی تھی۔ آس پاس نظریں

دوڑاتے وہ ایک منظر دیکھتا ٹھٹھک گیا۔ سامنے بنگلے کی بالکنی کا دروازہ کھلا ہونے کی وجہ سے کمرے کا منظر تھوڑا بہت واضح ہو رہا تھا کیوں کہ دونوں بنگلوں کی بالکنیوں میں زیادہ فاصلہ نہ تھا۔ سفید دوپٹے کے ہالے میں پرنور چہرہ لئے ایک لڑکی بیڈ پر بیٹھ کر ہاتھ میں تسبیح لئے کوئی ورد کرنے میں مشغول تھی۔ زمان کے دل نے اعتراف کیا تھا کہ اس نے اتنا پاکیزہ اور پرنور چہرہ آج تک نہ دیکھا تھا۔ زمان کے دل نے وہ چہرہ قریب سے دیکھنے کی خواہش کی تھی۔

کسی کی نظروں کی تپش محسوس کر کے اس لڑکی نے نظر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا تھا اور پھر جلدی سے اٹھ کر دروازہ بند کر گئی۔ زمان خفت زدہ ہو گیا۔

"اف زمان! کتنی غیر اخلاقی حرکت کی ہے تو نے۔ کیا سوچ رہی ہو گی وہ کہ میں ایسے لڑکیاں تاڑتا ہوں؟ تف ہے تجھ پر۔ کیا ضرورت تھی یوں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھنے کی؟ پر یار جو بھی ہے وہ لڑکی بہت پاکیزہ لگ رہی تھی۔ شبنم کے پہلے قطرے کی طرح پاک!"

وہ خود سے بولتا آخر میں مسکرا دیا اور آخری نظر اس بالکنی پر ڈال کر خود بھی کمرے میں آ گیا۔

******

وہ نہا کر ابھی نیچے آئی تھی۔ افطاری کا وقت ہونے والا تھا۔ اس نے ہاتھ میں پہنی گھڑی پر وقت دیکھا اور کچن کی طرف بڑھ گئی۔

لائبہ! بیٹا یہ کھجوریں اور بریانی سامنے والوں کی طرف دے آؤ۔ آج ہی نے لوگ" شفٹ ہوئے ہیں سامنے والی گھر میں۔ میں نے سوچا یہ بھیج دیتے ہیں وہاں۔ آخر ہمسایوں کے بھی کچھ حقوق ہوتے ہیں۔ اب جاؤ اور جلدی دے آؤ افطاری ہونے "والی ہے بس۔

شازیہ بیگم کھانے کی ٹرے اس کے ہاتھوں میں پکڑاتی ہوئی بولیں تو وہ جلدی سے سر پر آنچل ڈال کر ٹرے تھامتی باہر کی طرف بڑھ گئی۔

سامنے والے گھر کے گیٹ پر کھڑے ہو کر اس نے ٹرے ایک ہاتھ سے سمبھال کر دوسرے ہاتھ سے بیل بجائی اور پیچھے ہٹ کر دروازہ کھلنے کا انتظار کرنے لگی۔

ایک منٹ کے انتظار کے بعد دروازہ کھلا تھا۔لائبہ نے عارضوں سے پلکیں اٹھائیں تو اس کی کالی آنکھیں سامنے کھڑے نفس کی نیلی آنکھوں سے ٹکرائی تھیں۔نیلی آنکھیں،سفید رنگت جس میں میں ہلکی سرخی گھلی تھی،گھنی مونچھیں اور ہلکی داڑھی لئے وہ مرد اسے پہلی نظر میں ہی کوئی پٹھان لگا تھا۔وہ بھی پر شوق نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

کون ہے باہر شاہین خانا؟"

ایک کڑک زنانا آواز لائبہ کے کانوں سے ٹکرائی تو اس نے جھر جھری لی۔وہ آواز سن کر وہ لڑکا بھی دروازے کے آگے سے ہٹ کر سائیڈ پر کھڑا ہو گیا تو وہ کچھ جھجکتی ہوئی اندر داخل ہو گئی۔سامنے ہی ایک سرخ و سفید بوڑھی عورت کھڑی تیکھی چتونوں سے اسے گھورنے میں مصروف تھیں۔ان کے پیچھے ہی چہرے پر مسکان سجائے ایک شفیق سی عورت آئی اور لائبہ کی طرف آ گئی۔

"السلام علیکم آنٹی! میں سامنے والے گھر سے آئی ہوں یہ افطاری دینے۔"

وہ انہیں سلام کرتی کھانے کی ٹرے ان کی طرف بڑھا گئی۔ وہ لڑکا سائیڈ سے گزر کر اندر جا چکا تھا۔

"وعلیکم السلام بچے! بہت شکریہ! اندر آؤ نا یہاں کیوں کھڑی ہو گئی۔"

ان کے لہجے اور اردو سے لائبہ کو یقین ہو گیا کہ وہ پٹھان ہیں۔

نہیں آنٹی افطاری کا وقت ہو گیا ہے امی انتظار کر رہی ہوں گی ابھی۔ میں پھر کبھی"

"چکر لگاؤں گی اور برتن بھی بعد میں لے جاؤں گی۔ ابھی مجھے اجازت دیں۔

وہ مسکرا کر بولی تو وہ بھی اسے دیکھتی مسکرا دیں۔

ٹھیک ہے بچے پر دوبارہ ضرور آنا مجھے بہت اچھا لگا تم سے مل کر۔ اپنی امی کو بھی لے"

"کر آنا اور انھیں شکریہ بولنا میری طرف سے۔

ان کی کہنے پر وہ حامی بھرتی انھیں خدا حافظ کہہ کر وہاں سے نکل آئی۔ اوپر بالکنی میں کھڑے وجود نے اس کے گھر میں داخل ہونے تک نظروں سے اس کا پیچھا کیا اور اس کے جانے کے بعد مسکرا کر سر جھٹکتا پیچھے ہٹ گیا۔

****

نور منزل میں گہما گہمی بھری ایک اور شام اتر چکی تھی۔ تمام اہلِ خانہ افطاری کے لئے ڈائننگ ٹیبل کے گرد پڑی کرسیوں پر تشریف فرماں تھے۔ کھانا میز پر چنا جا چکا تھا۔ مغرب کی اذان میں فقط پانچ منٹ رہ گئے تھے۔

:چلو بچو سب دعا مانگو اب۔ حدیث مبارکہ ہے"

تین لوگوں کی دعا کبھی رد نہیں کی جاتی: عادل حکمران، روزہ دار حتٰی کہ روزہ افطار "
"(کرلے اور مظلوم۔(ترمذی

اور افطاری سے پہلے کا وقت بہت فضیلت والا ہوتا ہے۔ اس وقت روزہ دار کی اپنے
"رب سے مانگی گئی ہر جائز دعا قبول ہوتی ہے۔

دادی جان کی پرسوز آواز وہاں بیٹھے ہر فرد کے کانوں میں رس گھول رہی تھی۔ ان کے کہنے پر سب نے مسکراتے ہوئے دعا کے لئے ہاتھ بلند کر لئے۔

"اللہ اکبر اللہ اکبر"

آذان کی گونج پر سب نے دعا مانگ کر منہ پر ہاتھ پھیرے اور افطاری کی دعا پڑھ کر روزہ افطار کیا۔

کھجور سے روزہ افطار کرنے کے بعد سب کی کوشش یہی ہوتی ہے کہ ٹھنڈا شربت حلق سے نیچے اتارا جا۔شازیہ بیگم نے ایک محلول پیالیوں میں ڈالا اور سب کے آگے رکھ دیا۔

"یہ کیا چیز ہے بڑی امی ؟"

سب سے پہلے سوال کرنے والی نیناہی تھی۔باقی افراد کی نظروں میں بھی یہی سوال تھا کہ وہ بھاپ اڑاتا محلول کیا ہے۔

"بیٹا یہ سوپ ہے۔روزہ دار سحری سے لے کر افطاری تک بھوکا پیاسا رہتا ہے۔اسکا معدہ خالی ہو جاتا ہے افطاری تک۔ایسے میں جب وہ افطاری کرتے ہی سب سے پہلے ٹھنڈا شربت پیتا ہے تو وہ معدہ کے لئے بہت نقصاندہ ہوتا ہی۔اس لئے میں نے اور آمنہ نے یہ فیصلہ کیا کہ سب سے پہلے تھوڑا گرم سوپ پیا جا۔کھجور کھانے اور یہ

سوپ پینے کے بعد معدہ خالی نہیں رہے گا۔ پھر ہم اس کے بعد کچھ بھی کھا سکتے ہیں کوئی نقصان نہیں ہو گا۔ یہ سوپ ہم نے دالیں، دلیہ اور مرغی کا گوشت ڈال کر بنایا ہے۔ غذائیت بھی برقرار اور کوئی نقصان بھی نہیں۔"

ان کی تفصیل پر دادی جان مسکرادیں۔

"بہت خوب بہو بیگم!"

انہوں نے دونوں بہوؤں کو شاباشی دی۔ پھر سب نے وہ مزیدار سوپ پیا اور اس کے بعد دوسرے لوازمات کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ افطاری کے بعد مرد حضرات نے مسجد کا رخ کیا اور خواتین نے برتن سمیٹ کر اپنے اپنے کمروں کا رخ کیا تاکہ رب کے حضور سجدہ کر کے اس پاک ذات کا شکر ادا کر سکیں۔

عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد لائبہ اور مسکان چہل قدمی کے لئے نیچے لان میں آ گئیں۔ انہوں نے نینا سے بھی کہا ان کے ساتھ آنے کا پر وہ یہ کہہ کر ٹال گئی کہ اسے

کالج کا کام کرنا ہے۔ لٰہذا وہ دونوں نیچے آگئیں ں۔ وہ دونوں چہل قدمی کے ساتھ ساتھ باتیں بگھاڑنے میں مصروفِ عمل تھیں۔

"یار کل سے پھر یونیورسٹی جانا ہے۔ سچ پوچھو تو مجھے یہ سوچ کر ہی ہول اٹھ رہے ہیں کہ روزے کی حالت میں پہلے یونیورسٹی جاؤ پھر وہاں جا کر ٹیچرز کے ساتھ دماغ کھپاؤ اور پھر گھر آکر افطاری بنانے میں بھی مدد کرواؤ۔ اُف کیا بنے گا ہمارا یار!"

مسکان منہ بسور کر کہتی لائبہ کے کندھے پر سر ٹکا کر آنکھیں موند گئی۔ کل سے ان دونوں کی کلاسز شروع ہو رہی تھیں اور سدا کی نالایک مسکان صاحبہ اب بھی یونیورسٹی جانے سے پریشان تھیں۔

"تمہیں ٹیچرز کے ساتھ دماغ کھپانے کی پریشانی ہے اور مجھے ان بیچارے ٹیچرز کے ساتھ ھمدردی جن کی سٹوڈنٹ تم ہو۔ پریشان تو تم ایسے ہو رہی ہو جسے ٹاپ تم نے ہی تو کرنا ہے۔"

طنز سے بھرپور آواز پر اس نے جھٹکے سے سر اٹھا کر آواز کی سمت دیکھ جہاں وہ سفید شلوار قمیض اور سر پر ٹوپی پہنے اپنی باوقار اور سحر انگیز شخصیت کے ساتھ کھڑا تھا۔

آپ سے کسی نے بات کی؟خود توٹاپ کر کے بڑا تیر مار لیا اب آپ کو یہ لگتا ہے کہ"

ہر کوئی آپ کی طرح کتابی کیڑا ہوتا ہے۔ہیں نا؟

لائبہ اسے کہنی مارتی اپنی طرف متوجہ کرنے لگی جو ہٹلر کی جانشین بنی کمر پر ہاتھ ٹکائے

اس کے بھائی کے روبرو تھی۔

اس کے الفاظ پر عمیر کا چہرہ تن گیا۔اس کے تاثرات کا جائزہ لیتی مسکان کی ہوا بھی

نکل چکی تھی۔

"لائبہ بیٹا ایک کپ کافی پلادیں۔"

وہ لائبہ کی طرف دیکھا نرمی سے بولا تو وہ 'جی بھائی' کہتی جلدی سے وہاں سے کھسک

گئی۔

"مم۔۔۔میں بھی جاتی ہوں۔"

بوکھلا کر کہتی وہ لائبہ کے پیچھے بھاگنے لگی جب وہ اسے کہنی سے تھام کر ہلکا سا کھینچتا اس

کا رخ اپنی طرف کر گیا۔

"کیا میں نے تمہیں جانے کا بولا؟"

اس کے خشک لہجے میں پوچھے گئے سوال پر وہ نفی میں سر ہلا گئی۔

"اچھا پھر اب بتاؤ مجھے تم۔ کیا کہہ رہی رہی آ گے ؟"

اس کے سوال پر وہ زور سے آنکھیں میچ گئی۔

"جواب دو!"

اسے چپ دیکھتے عمیر نے اسے ہلکا سا جھنجھوڑ کر اپنا سوال دہرایا۔

"وہ۔۔۔ ایکچولی۔۔۔ آپ کو پتا ہے نا کہ زبان میں کوئی ہڈی نہیں ہوتی اس لئے بے وجہ پھسل جاتی ہے کبھی کبھار خود ہی۔ سیریسلی میں نے خود تو کچھ نہیں بولا تھا۔

اس کی فضول ترین لاجک پر عمیر کو غصے کے ساتھ ساتھ ہنسی بھی آنے لگی پر اسے دیکھتے وہ اپنی ہنسی کو چھپا گیا۔

"کہاں سے لاتی ہو فضول باتوں کا اتنا اسٹاک ؟ کبھی اتنا دماغ پڑھائی میں بھی چلایا ہو تو یونیورسٹی ٹاپ کر جاؤ۔"

اس کی ٹاپ کرنے والی بات پر مسکان نے آنکھیں گھمائیں۔

"بھائی آپ کی کافی!"

اتنے میں لائبہ چراغ کے جن کی طرح کافی لے کر وہاں حاضر ہوئی تو عمیر نے اسے اپنی گرفت سے آزاد کیا۔ وہ ایک غصیلی نظر لائبہ کے بے چارگی لئے چہرے پر ڈال کر پیر پٹختی وہاں سے چلی گئی تو لائبہ بھی جلدی سے کافی عمیر کو پکڑاتی اس کے پیچھے بھاگی۔

وہ بیٹھی کیمسٹری کے فارمولے یاد کر رہی تھی جب وہ وہاں آن وارد ہوا۔

"کیا کر رہی ہو چشمش؟"

وہ اس کی چوٹی کھینچتا ہوا بولا تو وہ چیخ اٹھی۔

"آہ! شارق بھائی میرا گنجا کر دیں گے کسی دن آپ ایسے میرے بال کھینچ کھینچ کر۔"

وہ شہادت کی انگلی سے اپنا چشمہ ناک سے اوپر کرتی بولی تو وہ اسے دیکھتا شرارت سے مسکرا دیا۔

"!مینا چھپکلی"

وہ اسے دیکھتا ایک دم بولا تو وہ چیخ کر اپنی جگہ سے اُچھل پڑی۔

"آہ! امی! شارق بھائی بچاؤ مجھے چھپکلی سے۔"

وہ چیختی چلاتی پورے کمرے میں اچھل رہی تھی۔اس کی حالت دیکھ کر وہ قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

"چپ ہو جاؤ پاگل پورے گھر کو اکٹھا کرو گی اب کیا؟ کوئی چھپکلی نہیں ہے۔"

وہ اسے مسلسل چیختا دیکھ کر بولا کہ کہیں اس کی چیخوں سے گھر والے ہی نہ یہاں آ جائیں۔

"پر شارق بھائی آپ نے خود ہی ابھی کہا کے چھپکلی۔"

وہ حیرت سے آنکھیں پوری کھولتی اس کی طرف دیکھنے لگی۔

"!ارے بدُھو! میں نے یہ کب کہا کہ یہاں چھپکلی ہے۔میں نے تو یہ کہا کہ مینا چھپکلی"

وہ مسکراہٹ دبائے اس کے چہرے کے تاثرات کا جائزہ لینے لگا۔

نینا کو دو منٹ لگے تھے بات کو سمجھنے میں۔ سمجھ آتے ہی وہ چیخ پڑی۔

"شارق بھائی میں چھوڑوں گی نہیں آج آپ کو۔"

وہ غصے سے کہتی تکیہ پکڑ کر اسے مارنے لگی جب کہ وہ قہقہے لگا تا اپنا بچاؤ کرنے لگا۔

وہ چھت پر ٹہل رہی تھی۔ سوچوں کا مرکز وہ وجود تھا جسے کی نیلی آنکھیں لائبہ کے دماغ سے جیسے چپک ہی گئی تھیں۔

اس کی ہٹلر دادی نے اس کا نام شاہین خانا لیا تھا۔ شاہین تو سمجھ میں آتا ہے پر یہ خانا" کیا ہے ؟ وہ پٹھان ہیں تو پٹھانوں کے نام کے ساتھ تو خان لگتا ہے۔ پھر کیا بنا اس کا نام ؟

"ہاں! شاہین خان

وہ چھت پر یہاں سے وہاں ٹہلتی دماغ میں توڑ جوڑ کرنے میں مصروف تھی۔ اس کی نگاہیں آسمان سے ہوتی ہوئی سامنے گھر کی چھت پر گئیں تو اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ ابھی تو اس کو سوچ رہی تھی اور ابھی وہ نگاہوں کے سامنے آ گیا تھا۔

وہ ٹکٹکی باندھ کر اسے دیکھنے لگی جو اپنے موبائل میں گم دونوں کہنیاں اپنی چھت کی منڈیر پر ٹکائے کھڑا تھا۔

یک دم لائبہ کو شرارت سوجھی۔ اس نے چھت سے چھوٹے چھوٹے کنکر ہاتھ میں جمع کیے اور منڈیر کے پاس آ گئی۔

اس نے ایک کنکر لیا اور شاہین کے سر کا نشانہ لے کر کنکر اس پہ پھینک کر خود جھٹ سے نیچے جھک گئی۔ خوش قسمتی نے نشانہ سہی لگ گیا۔

شاہین نماز پڑھ کہ تازہ ہوا لینے کے لئے چھت پر آ گیا تھا۔ وہ واٹس ایپ پر آئے میسیجز دیکھ رہا تھا جب اس کے سر پر کوئی چیز آ کر لگی۔ اس نے نظر چاروں طرف گھمائی پر کوئی زی روح دکھائی نہ دیا۔ اس نے سر جھٹک کر اپنی نظریں پھر سے موبائل پر جمالیں۔

لائبہ نے دو منٹ کے وقفے سے اوپر اٹھ کر دیکھا تو وہ پھر سے موبائل میں گم نہ جانے کون سے چھپے ہوئے خزانے کا سراغ لگا رہا تھا۔ وہ خوب بدمزہ ہوئی۔ اس نے پھر سے اس کے سر کا نشانہ لے کر کنکر پھینکا اور خود نیچے جھک گئی۔ عین اسی وقت شاہین نے نظر اٹھائی تو لائبہ کا سرمئی آنچل اس کی نظروں میں آکر نیچے گم ہو گیا۔ وہ سمجھ گیا کہ کوئی اس سے شرارت کر رہا ہے۔ اس دفع اس نے اپنی نظریں وہاں سے نہ ہٹائیں۔ لائبہ نے کھڑے ہوتے جسے ہے کنکر پھینکنے کے لئے ہاتھ ہوا میں بلند کیا اس کی نظریں سامنے کھڑے وجود کی نیلی آنکھوں سے ٹکرائیں۔ اس کے دیکھنے پر شاہین نے آئبرو اچکا کر اس کی طرف دیکھا۔ اس کہ یوں دیکھنے پر وہ گھبراتی بوکھلاتی باقی کنکر وہیں پھینکتی وہاں سے فرار ہو گئی۔

اس کی حالت پر وہ قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

"آہ! میری معصوم محبت کی معصوم کاروائی!"

وہ ہنس کر کہتا اپنا جملہ یاد آتے ٹھٹھک گیا۔

محبت ؟ ارے مجھے اس سے محبت کب ہوئی بھلا ؟ مجھے تو وہ پہلی ہی نظر میں اچھی لگی" بس۔ پر آج تک اور کوئی لڑکی تو اس قدر اچھی نہیں لگی مجھے۔ شاید پہلی نظر کی محبت والا نظریہ درست ہو ! اف شاہین تم بھی اس محبت نامی جال میں پھنسنے کو ہو بس!"

وہ خود سے کہتا اپنے بالوں میں انگلیاں پھیرتا ایک نظر سامنے والی چھت پر ڈال کر نیچے کی طرف قدم بڑھا گیا۔

ہر سال کی طرح اس سال بھی نور منزل میں افطاری کا اہتمام کیا گیا تھا۔ یہ دعوت صرف رشتہ داروں کے لئے ہی نہیں بلکہ اس کمیونیٹی کے ہر خاص وعام افراد کے لئے تھی۔ چاہے کوئی امیر ہو یا غریب، سب افراد ایک ہی دستر خوان پر بیٹھ کر افطاری کرتے تھے۔

افطاری کا وقت ہونے والا تھا۔ دستر خوان پر کھانا چنا جا رہا تھا۔ گھر کی عورتیں اور ملازمائیں دستر خوان سجانے میں مصروف تھیں۔ گھر کے مرد لان میں تھے جہاں مردوں کی افطاری کا انتظام کیا گیا تھا۔

"عمیر بچے بات سنو! جامعہ میں بچوں کے لئے افطاری بھجوا دی نا؟"

دادی جان نے اپنے قریب سے گزر کر باہر لان میں جاتے ہوئے عمیر کو آواز دے کر پوچھا۔

دراصل گھر میں افطاری کے اہتمام کے ساتھ ساتھ ایک بہت بڑے جامعہ میں بھی حافظِ قرآن بچوں کے لئے افطاری کا سامان بھیجا جاتا تھا۔

جی دادی جان آپ فکر نہ کریں میں خود لڑکوں کے ساتھ گیا تھا۔ ابھی واپسی ہوئی۔"

وہ ان کے ہاتھ چوم کر انہیں تسلی دینے لگا۔

"جیتے رہو میرے بچے اب جاؤ باہر افطاری کا وقت ہو چکا ہے۔"

وہ اس کے سر پر پیار دیتے ہوئے بولیں تو وہ مسکرا کر سر ہلاتا باہر کی طرف قدم بڑھا گیا۔

کچن کے سامنے سے گذرتے ہوئے اس کی نظر اپنی زوجہ محترمہ پر پڑی تو وہ بے ساختہ مسکرا دیا۔ ہر وقت لاپرواہ حلیہ رکھنے اور اچھل کود کرنے والی مسکان ہلکے آسمانی رنگ کے نفیس سے جوڑے میں بالوں کی چٹیا ایک کندھے پر ڈالے اور سر پر نفاست سے دوپٹہ اوڑھے، ملازمہ کو ہدایت دیتی کچن سے نکل رہی تھی۔ اپنی بات ختم کر کے وہ کچن سے باہر آئی تو سامنے ہی اسے محویت سے اپنی طرف تکتا ہوا پایا۔ اس کی گہری نظروں سے وہ کنفیوز ہوتی انگلیاں چٹخانے لگی۔ وہ دو قدم آگے بڑھاتا اس کے مقابل کھڑا ہو گیا۔

بہت اچھی لگ رہی ہو۔ بلکل میری پسند کے سانچے میں ڈھلی سیدھا دل میں اتر رہی ہو۔"

اس کی جذبات سے پر آواز پر مسکان کی ہتھیلیاں بھیگنے لگیں۔

"کنٹرول بھائی کنٹرول! مانا کہ آپ کی بیگم بہت حسین لگ رہی ہیں بلکہ سیدھا آپ کے دل پر لگ رہی ہیں پر وہ کیا ہے نا کہ ابھی تو اس تعریف کا نہ ہی موقع ہے اور نہ دستور۔ بہت سی نگاہیں اس وقت آپ دونوں کا طواف کر رہی ہیں۔ اس لئے پلیز مہمانوں کے جانے تک اور تنہائی ملنے تک اپنی نگاہوں پر تھوڑا پہرا لگا لیں۔"

لائبہ کی فراٹے بھرتی زبان سے جھڑتے پھولوں پر جہاں عمیر خجل ہوتا اسے ایک گھوری سے نوازتا وہاں سے کھسک گیا وہیں مسکان اس کے سر پر تھپڑ لگا کر مہمانوں کی طرف بڑھ گئی۔ لائبہ کھکھلا کر ہنس دی۔ پھر اس کی نظر سامنے والے پٹھان کی سویٹ سی امی اور بہن حیا پر پڑی تو وہ ان کی طرف چل دی۔ اس نے دل ہی دل میں شکر ادا کیا کہ اس کی ہٹلر دادی نہیں آئی۔

افطاری کے بعد وہ تینوں حیا کو لئے مسکان اور لائبہ کے مشترکہ کمرے میں آ گئیں۔ بس پھر لائبہ کی فراٹے بھرتی زبان تھی اور نینا کی معصوم باتیں اور ساتھ ساتھ مسکان کی پھلجھڑیاں۔ حیا ان کی باتوں پر مسلسل ہنس رہی تھی۔

"آپی آپ شرعی پردہ کرتی ہیں کیا؟"

نینا کے پوچھے جانے والے سوال پر وہ مسکرا دی۔

"پردہ پردہ ہی ہوتا ہے۔اس کی کوئی اقسام نہیں ہوتیں کہ 'عام پردہ' یا' شرعی پردہ' شریعت میں ایک ہی پردہ ہے بس۔ تو جب اللہ نے اسے اقسام میں نہیں بانٹا تو ہم کون ہوتے ہیں ایسا کرنے والے!"

وہ دھیمے پر وقار لہجے میں بولتی ایک سحر کا سماں بنا چکی تھی۔

"آپی اتنی گرمی میں آپ نقاب کر کے رکھتی ہیں آپ کو گھٹن نہیں ہوتی کیا؟"

لائبہ کے پوچھنے پر وہ نفی میں سر ہلا گئی۔

"نہیں بلکل بھی نہیں۔نقاب میں صرف نا محرم کے سامنے کرتی ہوں۔ آپ لڑکیاں ہیں تو آپ کے سامنے میں صرف حجاب میں بیٹھی ہوں۔ اور جب آپ کوئی کام اپنے رب کی رضا کی خاطر کرتے ہیں تو اس میں ہمیشہ سرخرو ٹھہرتے ہیں۔ اللہ آپ کو کسی مشکل میں پڑنے ہی نہیں دیتا۔ حضرت خدیجہ کا فرمان ہے کہ: 'عورت کے لئے بہترین زیور پردہ ہے اور پردہ دار خواتین جنّت میں میری بیٹی فاطمہ کے ساتھ ہوں

گی۔' تو پھر تم خود ہی سوچو کہ اتنی بڑی سعادت حاصل کرنے کے لئے یہ چھوٹا سا عمل تو آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں۔"

وہ تینوں دم سادھے اس کی باتیں سن رہیں تھی۔یوں جسے اگر کسی کی آواز بھی نکلی یا کوئی ہلچل ہوئی تو سارا افسوں ٹوٹ جا گا۔حیا نے ان تینوں پر ایک نظر ڈال کر پھر سے بولنا شروع کیا۔

"جانتی ہو کہ اسلام میں عورت کو پردے کا حکم کیوں ہوا؟ کیوں کہ زمانہِ جاہلیت میں جب عورتیں پردہ نہیں کرتی تھیں تو ان کی عزتیں غیر محفوظ تھیں۔جب وہ گھروں سے باہر نکلتی تھیں تو آوارہ اور جاہل مرد ان پر آوازہ کستے اور ان کو بری نظر سے دیکھتے۔پھر اللہ ؑ نے مسلمان عورتوں کو پردے کا حکم دیا۔یہ مومن عورتوں پر جبر یا ظلم نہیں بلکہ ان کی عصمت کی حفاظت ہے۔ایک عورت جب خود کو ہر طرح سے ڈھانپ کر گھر سے نکلتی ہے تو وہ اللہ ؑ کی حفاظت کے حصار میں ہوتی ہے۔کسی نا محرم کی نظریں اس کے جسم کے کسی حصے کو نہیں چھوتی۔پردہ تو نام ہی حفاظت کا ہے۔پھر اس سے کیسی پریشانی؟"

اس کا ایک ایک لفظ ان تینوں کے دل و دماغ پر ٹھنڈی پھوار کی طرح اثر کر رہا تھا۔

"پردہ بس مومن عورتیں ہی کیوں کرتی ہیں۔ دوسری عورتیں کیوں نہیں؟"

مسکان کے معصوم سوال پر وہ مسکرا دی۔

اگر تم ایک دکان پر مٹھائی خریدنے کے لیے جاؤ اور تمہارے آگے دو قسم کی"

مٹھائیاں پڑی ہوں 1- مٹھائی کسی ٹرے میں پڑی ہو اور اس کو کسی چیز سے ڈھانپا بھی

نہ گیا ہو۔ 2- کسی ڈبے میں پیک یا پھر کسی اچھے ریپر میں پیک مٹھائی۔ ان دونوں میں

'سے تم کون سے مٹھائی لینا پسند کرو گی؟

وہ سوالیہ نظروں سے تینوں کو دیکھنے لگی۔

"وہ مٹھائی جو پیک ہوئی ہو گی۔"

بنا کسی تامل کے وہ تینوں ایک دم بولیں تو حیا ہنس دی۔

"اچھا اور وہ کیوں؟ "

وہ ٹھوڑی تلے ہاتھ رکھتی ایک اور سوال داغ گئی۔

کیوں کہ ہمیشہ اچھی اور قیمتی چیز ہی پیک ہوئی ہوتی ہے۔ لوکل اور سستی چیز ہی کھلی پڑی ہوتی ہے۔"

مسکان کے جواب پر وہ کندھے اچکا کر مسکرا دی جسے کہہ رہی ہو یہی تو ہے تمہارے سوال کا جواب۔

نینا بے ساختہ اٹھتی اس کا گال چوم گئی تو حیا بری طرح جھینپ گئی۔ اس کی شرم سے لال رنگت دیکھتی وہ تینوں کھکھلا کر ہنس دیں تو ان کی ہنسی میں حیا کی ہنسی بھی شامل ہو گئی۔ جب کہ تب سے دروازے کے باہر کھڑے زمان کو اس کی باتیں سن کر اس کے ساتھ ساتھ خود پر بھی فخر محسوس ہو رہا تھا جو اس لڑکی کو اپنے دل کے نہاں خانوں میں جگہ دی۔

وہ اس کو تین دفعہ بالکنی سے دیکھ چکا تھا۔ اس لڑکی کو اس نے جب بھی دیکھا حجاب میں ہی دیکھا۔ اس کا دل اس کی طرف کھینچا چلا جاتا تھا۔ دل ہر وقت اسے دیکھنے کی ضد کرتا رہتا تھا۔ افطاری پر ان لوگوں کو بھی بلایا گیا تھا۔ وہ دل ہی دل میں خوش ہو گیا کہ اس پری پیکر کو قریب سے دیکھ سکے گا۔ پر جب زمان کی نظر اپنی امی اور بھائی کے

ساتھ گھر میں داخل ہوتی اس لڑکی پر پڑی تو وہ مسکرا دیا خود پر۔ کیوں کہ وہ حجاب اور نقاب میں مکمل خود کو ڈھانپے ہوئے تھی۔ وہ واقعی سب سے الگ تھی۔ اس سے پہلے کہ کسی اور کی نظر اس پر پڑتی وہ وہاں سے ہٹ گیا۔

وہ مسکان کو کافی کا کہنے آیا تھا اب اپنا ارادہ ترک کرتا وہاں سے چلا گیا۔

وہ منہ کے برے برے زاویے بناتی سامنے رکھی میتھ کی کتاب کو دیکھ رہی تھی۔ وہ اور لائبہ دونوں عمیر کے پاس ٹیوشن پڑھتی تھیں۔ لائبہ پڑھائی میں اچھی تھی جب کہ مسکان کچھ سست۔ آج دونوں پہلے دن یونیورسٹی گئی تھیں اور آج ہی میتھ کا ٹیسٹ مل گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ لائبہ کی منع کرتی کہ عمیر کی نہ بتائے ٹیسٹ کے متعلق، وہ

بھائی کی چچی بھائی کو بتا بھی چکی تھی کہ ان دونوں کا ٹیسٹ ہے کل اور اس نے بھی حکم صادر کر دیا کہ وہ افطاری سے پہلے ان دونوں کا ٹیسٹ لے گا لہٰذا ان دونوں میں سے سونے کا کوئی بھی نہ سوچے۔ یہ بات اس نے خاص مسکان کی طرف دیکھ کر کی تھی اور وہ تو تپ ہی اٹھی تھی پر اس کھڑوس کو کچھ نہیں کہہ سکتی تھی اس لئے ضبط کر گئی۔

لائبہ نماز پڑھنے گئی تھی اور وہ کتاب کو گھورنے میں مصروف تھی جب پاس پڑا اس کا موبائل بجنے لگا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر موبائل پکڑا تو سامنے موبائل کی سکرین پر "کھڑوس کالنگ" لکھا آرہا تھا۔

"کھڑوس کی کال کیوں آرہی ہے اب؟ کوئی نیا حکم ہی صادر کرنا ہو گا ضرور۔"

اس نے سوچتے ہوئے کال اٹھا کر موبائل کان پہ لگایا۔

"ہیلو!"

مری مری آواز میں کہتی وہ سامنے والے کا پارہ ہائی کر گئی۔

السلام علیکم! یہ ہیلو کیا ہوتا ہے؟ سلام نہیں لی جاتی کیا؟ اپنے ہوش و حواس قائم رکھا کرو۔"

اس کی بات پر وہ آنکھیں گھما کر رہ گئی۔

"اچھا سنو روم میں آؤ مجھے میری ایک فائل نہیں مل رہی تم نے ہے رکھی ہو گئی کہیں وہ ڈھونڈ دو آ کر اور مجھے امید ہے تم نے ٹیسٹ بھی یاد کر لیا ہو گا۔ اس لئے اچھے بچوں کی طرح اپنا رجسٹر کتاب وغیرہ لے کر جلدی میرے روم میں پہنچو۔"

وہ حکم صادر کرتا اس کا جواب سنے بغیر کھٹاک سے کال بند کر گیا جب کہ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے موبائل کو دیکھتی رہ گئی۔ ابھی تو اس کو آدھا ٹیسٹ بھی یاد نہیں ہوا تھا وہ غصے سے اٹھی اور تن فن کرتی نیچے آ گئی۔ سامنے ہی آمنہ بیگم بیٹھی تسبیح کر رہی تھیں۔ وہ پیر پٹختی ان کے پاس پہنچی۔

"امی سمجھالیں اپنے داماد کو!"

وہ چیخ کر کہتی آمنہ بیگم کا دل دہلا گئی۔

"کیوں اب کیا کر دیا میرے معصوم بچے نے جو تم یوں چیخ چیخ کر اپنا حلق خشک کر رہی ہو روزے کی حالت میں۔"

انہوں نے تیوری چڑھا کر اس کی جانب دیکھا۔

"امی آج آپ بتا ہی دیں مجھے کہ ایسی کون سی دشمنی تھی دادا حضور کو مجھ سے جو جاتے جاتے اپنا جلاد پوتا میرے گلے باندھ گئے۔"

اس کی حالت ایسی تھی جسے بس ابھی ہی رو دے گی۔ وہ منہ بسورتی دھپ سے ان کے نزدیک صوفے پر بیٹھ گئی۔

"تم جیسا ناشکرا انسان میں نے اپنی زندگی میں آج تک نہ دیکھا اور نہ سنا۔ ارے دشمنی تو وہ میرے ہیرے جسے بیٹے سے نکال گئے جو تمھارے جیسی کوڑھ مغز اور کام چور لڑکی اس کے پلے باندھ دی۔"

ان کی گوہر افشانی پر اس نے تڑپ کر ان کی جانب دیکھا۔

"ان کو ہیرا کہہ کر آپ اب ہیرے کی بے عزتی کر رہی ہیں امی میں بتا رہی ہوں آپ کو۔ ایک نمبر کے سانڈ، سڑیل، کھڑوس، بوڑھی روح، اور۔۔۔ اور۔۔۔"

وہ اس کو زور و شور سے خطاب دیتی ابھی اور نام سوچ رہی تھی جب ایک آواز سن کر اسکی روح فنا ہوئی تھی۔

"ہاں اور بھی یاد کر لو آرام سے کوئی جلدی نہیں۔"

پشت سے ابھرتی بھاری ٹھنڈی ٹھار آواز سن کر آواز اس کے حلق میں ہی دب کر رہ گئی۔

عمیر تو اس کی خیالات جان کر عش عش کر اٹھا تھا۔

تھا کچھ یوں کہ ان سب کی دادی جان یعنی نور بانو بیگم اور ان کے مجازی خدا کبیر احمد کو اللہ نے دو بیٹوں سے نوازا۔ بڑے بیٹے اکبر احمد کی شادی شازیہ بیگم سے کی تو اللہ نے ان کو تین بچوں سے نوازا۔ سب سے بڑا عمیر احمد جو پولیس ڈیپارٹمنٹ میں تھا۔ اس سے چھوٹا شارق احمد جو یونیورسٹی کے آخری سال میں تھا اور اس سے چھوٹی لائبہ جس کا ابھی دوسرا سمیسٹر شروع ہوا تھا۔

دوسرے نمبر پر آتے تھے اصغر احمد اور ان کی اہلیہ آمنہ بیگم۔ اللہ نے ان دونوں کو ایک بیٹے اور دو بیٹیوں سے نوازا۔ سب سے بڑا زمان احمد جو ایم بی اے کرنے کے بعد اپنے باپ اور تایا کے ساتھ بزنس سمبھال رہا تھا۔ اس سے چھوٹی مسکان جو لائبہ کے ساتھ ہی دوسرے سمیسٹر میں تھی اور سب سے چھوئی نینا جو کالج کی طالبہ تھی۔

یہ تھی نور بانو اور اکبر احمد کی آل اولاد۔ نور منزل کے سب افراد کے درمیان پیار اور اتفاق مثالی تھا۔ اپنے بچوں کو ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ جوڑنے کے لئے کبیر صاحب نے اپنے سب سے بڑے پوتے اور سب سے لاڈلی پوتی کو سب کی رضامندی سے نکاح کے بندھن میں باندھ دیا۔ عمیر اس وقت دس برس کا تھا جب کہ مسکان دو برس کی۔ ان دونوں میں بچپن سے بہت محبت تھی۔ مسکان اپنا سب سے زیادہ وقت عمیر کے پاس گزارتی۔ وہ بھی اسکول سے آنے کے بعد فقط مسکان کا ہو کر رہ جاتا۔ نکاح کے وقت وہ اتنا چھوٹا بھی نہ تھا کہ کچھ سمجھتا نہ۔ وہ بہت خوش تھا کہ اس کی ڈول ہمیشہ کے لئے اس کی ہو جا گی۔ پر پھر پتا نہیں کیا ہوا کہ وہ اس سے دور ہوتا چلا گیا۔ جیسے جیسے عمر کا فرق بڑھتا گیا ویسے ویسے ان دونوں کے درمیان فاصلے بھی بڑھتے ہی چلے گئے۔ وہ اس سے کوئی فرمائش کرتی وہ ان سنی کر دیتا۔ وہ اس کی گود میں بیٹھ کر کہانی سننے کے لئے مچلتی تو وہ اسے جھڑک کر خود سے دور کر دیتا۔ وہ لاڈ سے اس کے ساتھ سونے کا کہتی تو وہ اسے کمرے سے نکال دیتا۔ اور یوں دیکھتے ہی دیکھتے ان کے درمیان موجود فاصلے طوالت اختیار کر گئے۔ مسکان کے ننھے ذہن میں یہ بات سما گئی

کہ وہ اسے پسند نہیں کرتا۔ اور یہ بات کچے ذہن پر ایسی نقش ہوئی کہ وقت کے ساتھ پختہ ہوتی گئی۔

"عمیر بیٹا چھوڑو اس کو یہ تو ہے ہی باولی کچھ بھی الٹا سیدھا بولتی ہے۔ تم آؤ یہاں میرے پاس بیٹھو۔"

آمنہ بیگم مسکان کو ایک تگڑی گھوری سے نواز کر عمیر کو اپنے پاس بیٹھنے کر کہنے لگیں۔

"نہیں چھوٹی امی ان دونوں کا ٹیسٹ ہے۔ لائبہ میرے روم میں چلی گئی ہے میں بس اسے ہی بلانے آیا تھا۔ چلو تم پہلے ہی وقت کم رہ گیا ہے پھر ٹیسٹ پورا نہیں ہو پا گا۔ "

وہ نرمی سے آمنہ بیگم کو منع کرتا آخر میں سخت لہجہ اپناتے ہوئے اس سے بولا تو وہ شکوہ کن نظروں سے آمنہ بیگم کو دیکھنے لگی جیسے کہہ رہی ہو کہ دیکھا میں نے کہا تھا نا کہ کوئی دشمنی ہے ان کو مجھ سے اور یہ ہیں ہی کھڑوس۔ بغیر عمیر پر ایک بھی نظر ڈالے وہ وہاں سے نکلتی چلی گئی۔

وہ سب افطاری کے بعد نماز ادا کر کے لاؤنج میں جمع تھے۔

"مسکان بیٹا آج چا نہیں ملے گی کیا؟"

اکبر صاحب کے کہنے پر وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"جی ابھی لائی۔"

اس سے پہلے کہ وہ اٹھ کر جاتی دادی جان کی آواز نے اسے روک لیا۔

"بچے چا رہنے دو ایسا کرو ادرک، پودینے اور سونف کا قہوہ بنالاؤ۔"

وہ اسے ہدایت دیتی پھر سے تسبیح میں مصروف ہو گئیں۔

"پر کیوں دادو؟ پہلے تو افطاری کے بعد سب چا ہی پیتے ہیں پھر آج قہوہ کیوں؟"

ٹیسٹ اچھا نہ ہونے پر عمیر سے عزت افزائی کی وجہ سے مزاج اب تک برہم تھے پر ذہن میں آیا سوال پوچھے بغیر چین کیسے آتا! تب ہی سوال کر بیٹھی۔

کیوں کہ بیٹا ان تین اجزاء سے بنا قہوہ پینے سے پیاس بھی نہیں لگتی اور لاغری و سستی بھی دور ہوتی ہے۔ طبیت ہشاش بشاش ہو جاتی ہے۔ یہ قہوہ پینے سے معدہ بھی درست

رہتا ہے۔ ابھی سب کے لئے قہوہ بنالاؤ۔ اگر بعد میں کسی کو چا کی طلب ہوئی تو وہ چاپی لے گا پھر۔ اٹھو لائبہ تم بھی بہن کے ساتھ جاؤ کچن میں۔"

وہ مسکان کو قہوے کے فوائد بتاتی آخر میں لائبہ کو اس کے ساتھ جانے کا بولیں تو وہ دونوں کچن کا رخ کر گئیں۔

وہ کالج سے آنے کے بعد اپنے کمرے میں بند ہو گئی تھی۔ لائبہ ایک دفعہ دیکھنے آئی پر تب وہ سو رہی تھی۔ افطاری کے وقت کمرے سے باہر نکلی اور سب کے ساتھ بیٹھ کر افطاری کی۔ اس کے بعد پھر ایک ضروری ٹیسٹ یاد کرنے کا کہتی اپنے کمرے میں بند ہو گئی۔

وو کہہ کر گئی تھی کہ کوئی اسے ڈسٹرب نہ کرے۔ وہ تکیے میں منہ دیے پڑی تھی جب دروازہ بجا۔ وہ ان سنی کر کے لیٹی رہی۔ پر دستک دینے والا بھی کوئی مستقل مزاج بندہ تھا جو بار بار دستک دیے جا رہا تھا۔ وہ اٹھی اور سب سے پہلے اپنی آنکھیں دوپٹے سے رگڑ کر صاف کیں پھر لباس درست کیا اور آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔

سامنے شارق کھڑا تھا۔

"شارق بھائی آپ؟ کوئی کام تھا آپکو کیا؟"

وہ آنکھیں جھکا کر بولی جب کہ وہ گہری نظروں سے اس کے ستے ہوئے چہرے کی جانب دیکھ رہا تھا۔

"کیا ہوا مینا؟ روئی ہو نا تم؟ بتاؤ مجھے کیا ہوا ہے۔"

اس کے اتنے پیار سے پوچھنے پر نینا سے اپنے آنسوؤں پر قابو پانا مشکل لگنے لگا۔

"نہیں تو۔۔۔کچھ بھی نہیں ہوا۔"

وہ دھیمے لہجے میں جواب دیتی رخ موڑ کر اندر چلی گئی تو وہ بھی اس کے پیچھے آگیا۔

کچھ تو ضرور ہوا ہے اور میں جانتا ہوں کہ روئی ہو تم اس لئے جلدی سے بتادو اب کہ "کیوں روئی۔"

اس کے کہنے پر وہ زبردستی مسکان چہرے پر سجا گئی۔

"وہ دراصل شارق بھائی میرے سر میں بہت درد ہے دوپہر سے۔بس اسی لئے۔"

اس کے بتانے پر شارق نے گہرا سانس بھرا۔کتنا پریشان ہو گیا تھا وہ۔

پاگل لڑکی کوئی دوائی لینی تھی نا۔ ایسے کمرے میں بند پڑی ہو۔ اٹھو اور چل کر دوائی لو۔ مجھے میری مینا ہمیشہ چہچہاتی ہوئی اچھی لگتی ہے۔"

وہ فکر مندی سے بولتا اسے سچ میں مسکرانے پر مجبور کر گیا۔

"میں دوائی لے چکی ہوں بس اب سوؤں گی کچھ دیر تو ٹھیک ہو جاؤں گی۔"

اس کے کہنے پر وہ سر ہلا کر اس کی جانب مسکراہٹ اچھالتا وہاں سے چل دیا جب کہ وہ دروازہ بند کر کے بیڈ پر گرتی قسمت کی ستم ظریفی پر پھر سے رو دی۔ اس نادان نے کہاں سوچا تھا کہ قسمت اس کے ساتھ اتنا بڑا کھیل کھیلے گی اور اس معصوم کی عزت یوں داؤ پر لگ جاگی۔ یوں ہی روتے سسکتے کب نیند کو دیوی اسے اپنے پروں میں چھپا گئی اسے علم بھی نہ ہوا۔ اور نیند تو سولی پر لٹکے انسان کو بھی آجاتی ہے۔ وہ تو پھر نرم بستر پر محو استراحت تھی۔

لائبہ یونیورسٹی کے لئے تیار ہو کر نیچے آئی تو شارق کو لان میں ٹہلتا ہوا پایا۔

"کیا ہوا اس طرح جلے پیر کی بلی کی طرح یہاں سے وہاں کیوں چکراتے پھر رہے ہو؟"

وہ اس کے کندھے پر سر ٹکا کر پوچھنے لگی۔

"یار لائبہ پتا نہیں کیوں کھٹی ڈکاریں آرہی ہیں اور ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے پیٹ پھٹنے والا ہو۔"

وہ بے چارگی سے بولتا اپنی چھوٹی بہن کے سامنے اپنا غم غلط کرنے میں مصروف تھا۔

اس کی بات سنتی وہ پیچھے ہٹ کر سیدھی کھڑی ہوتی کمر پر ہاتھ ٹکا گئی۔

"عالی جاہ! میں بتاتی ہوں کہ ایسا کیوں ہے۔ کیوں کہ آپ سحری کرنے کے بعد خود کو اونٹ سمجھتے ہوئے یا پھر اپنے پیٹ کو تربیلا ڈیم سمجھ کر ڈھیروں ڈھیر پانی گٹک جاتے

ہیں یوں کہ آپ کے پیٹ میں تھوڑا سا پانی نہیں بلکہ پانی میں تھوڑا سا پیٹ رہ جاتا ہے۔"

اس سے پہلے کہ وہ اس کی بات پر کوئی ری ایکشن دیتا پیچھے سے آتی مسکان اس کی بات اچک گئی۔

"اور کھانا ایسے کھاتے ہیں جیسے سحری نہیں کر رہے بلکہ اباجی کے ولیمے پر آئے ہوئے ہیں۔ بیچارہ معدہ خود پر اتنا ظلم برداشت کرنے کے بعد آوازیں تو پیدا کرے گا ہی نا۔"

شارق تو ہونق بنا ان دونوں کی قینچی کو بھی مات دیتی زبانوں کو دیکھ رہا تھا۔

"شرم کر لو تم دونوں۔ بڑا بھائی ہوں تم لوگوں کا۔ اور مسی تم نے دکھا ہی دیا نا چڑیل بھابھی والا روپ۔"

وہ ان دونوں کو بے یقینی سے کہتا آخر میں دانت پیستا مسکان سے مخاطب تھا۔

"حدِ ادب لڑکے! تمہیں تمیز نہیں کہ بڑی بھابھی سے کس طرح بات کی جاتی ہے۔ آ لینے دو ذرا اپنے بھائی کو آج! تمہارے سکریو تو میں کسواتی ہوں۔"

اس کے یوں رعب دار لہجے میں کہنے پر وہ قہقہہ لگاتا ہنسی سے لوٹ پوٹ ہونے لگا۔

لائک سیریسلی؟میری پیاری بھابھی صاحبہ آپ مجھے یعنی شارق احمد کو دھمکی دے" رہی ہیں وہ بھی اپنے ان شوہر محترم کی جن کو دیکھ کر ہی آپ کے چہرے کی ہوائیاں "اڑ جاتی ہیں۔

اس کے یوں مذاق اڑانے پر وہ غصے سے سرخ پڑ گئی۔

یہ بڑی بھابھی صاحبہ اگر بھول گئی ہوں تو میں یاد کروادوں کہ یونیورسٹی کے لئے دیر" "ہو رہی ہے۔ تم لوگوں کو چھوڑ کر مجھے پولیس سٹیشن بھی جانا ہے پھر۔

عمیر کی طنزیہ بات پر گھبرانے کی بجائے وہ سیخ پا ہو گئی۔

مجھے کہیں نہیں جانا آپ کے ساتھ۔ دیکھ رہے آپ! آپ کے اس سر دبر تاؤ کی" وجہ سے مجھے کیا باتیں سننے کو مل رہی ہیں۔ ذلیل کروا کر رکھ دیا مجھے۔ میری تو کوئی "اوقات ہی نہیں۔

وہ غصے سے کہتی آخر میں روتی ہوئی وہاں سے بھاگ گئی جب کہ پیچھے وہ تینوں حق دق کھڑے رہ گئے۔

شارق یہ کیا حرکت تھی؟ کیوں بولا تم نے اسے ایسا۔ جانتے ہو کتنی سینسیٹیو ہے وہ "
" چھوٹی چھوٹی بات بھی دل پر لے لیتی ہے اور تم نے بات بھی غلط کی۔

وہ شارق کو ڈپٹتا ہوا بولا تو وہ شرمندگی سے سر جھکا گیا۔

آئی ایم سوری بھائی! مجھے نہیں پتا تھا کہ وہ یوں دل پر لے جا گی بات۔ میں بس "
" اسے تنگ کر رہا تھا۔ میں اس سے سوری کر لیتا ہوں۔

اس کا شرمندہ لہجہ شارق کو بلکل بھی اچھا نہ لگا۔ وہ اس کا کندھا تھپتھپا کر اوپر کی طرف بڑھ گیا۔ اس کو کہاں گوارہ تھا کہ وہ آنسو بہاتی۔ پر عمیر اور لائبہ کے بار بار دروازہ بجانے اور آوازیں دینے پر بھی وہ باہر نہ آئی اور کان لپیٹ کر پڑی رہی۔ لائبہ نے بھی یونیورسٹی جانے کا ارادہ ترک کر دیا جب کہ عمیر بار بار کال آنے پر اس سے بعد میں نمٹنے کا ارادہ کرتا پولیس سٹیشن کی طرف بڑھ گیا۔

" امی میں حیا آپی کی طرف جا رہی ہوں۔ تھوڑی دیر تک آ جاؤں گی۔ "

وہ دوپٹہ سر پر اوڑھتی کچن میں موجود شازیہ بیگم کو مطلع کرتی گھر کا گیٹ پار کر گئی۔

سامنے گھر کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ وہ دروازہ ہلکے سے ناک کرتی گھر میں داخل ہو گئی۔

لاؤنج میں قدم رکھتے اس کی نظر جیسے ہی سامنے پڑی اس کا حلق تک کڑوا ہو گیا۔

سامنے ہی ہٹلر کی جانشین بنی حیا کی دادی آنکھیں چھوٹی کیے اسے آنکھوں کے زریعے نگلنے کی کوشش میں تھی۔

وہ حلق تر کرتی آل تو جلال تو کا ورد کرتی دھیرے دھیرے قدم اٹھاتی ان کے پاس جا کر کھڑی ہو گئی۔

"السلام علیکم!"

تیز آواز میں سلام جھاڑتی وہ انھیں گڑبڑانے پر مجبور کر گئی۔

آہستہ آواز میں نہیں بولا جاتا تم سے لڑکی! بہرہ کرنے کے ارادے سے آئی ہو "کیا؟"

وہ اسے دیکھتی ناگواری سے بولی تو لائبہ دانت نکوسنے لگی۔

میں نے سوچا کہ زیادہ عمر میں سماعت کمزور ہو جاتی ہے ناتو اس لئے آپ بھی اونچا" سنتی ہوں شاید!"

اس کی وضاحت پر ہٹلر دادی سخت تیور لئے اس کی جانب دیکھنے لگی۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ سخت بولتی حیا کی امی وہاں آتی اسے اپنے ساتھ لگا گئیں۔

"ارے لائبہ بچے تم کب آئی؟ ہمیں پتا بھی نہ چلا۔"

ان کے پیار کی مظاہرے دیکھتی ان کی ساس سر جھٹک گئی۔

"انٹی میں ابھی آئی بس۔ حیا آپی نے بلایا تھا۔ کہاں ہیں وہ؟"

اس کے پوچھنے پر وہ اسے اپنے ساتھ لئے وہاں سے چل دیں۔

"بیٹا اوپر دائیں طرف دوسرا کمرہ حیا کا ہے۔ آپ اوپر چلی جاؤ۔"

ان کے بتانے پر وہ سر ہلاتی اوپر کی جانب چل دی۔

وہ نظریں جھکائے سیڑھیاں پھلانگتی خود میں گم تھی۔ ہوش تو تب آیا جب سامنے سے آتا وجود اس سے ٹکرایا۔

"آہ!"

وہ گرنے کے خوف سے اپنی دونوں آنکھیں سختی سے میچ گئی۔ خود کو ہوا میں معلق پاتے اس نے دھیرے سے آنکھیں کھولیں تو اس کی آنکھیں نیلی آنکھوں سے

ٹکرائیں۔ اس کی آنکھوں سے نظریں ہٹا کر اس نے نیچے دیکھا جہاں وہ اس کی کلائی اپنے مضبوط ہاتھ میں جکڑے اسے گرنے سے بچا گیا تھا۔ اس کے دیکھنے پر اس نے اس کی کلائی تھامے ہی ہلکا سا جھٹکا دیا تو وہ آگے ہوتی اپنے پیروں پر کھڑی ہو گئی۔ اس کے سنبھلتے ہی وہ اس کی کلائی چھوڑ کر اپنے اور اس کے درمیان فاصلہ قائم کر گیا۔ وہ گہری سانس بھرتی خود کو ریلیکس کرنے لگی۔

"آر یو اوکے ؟"

اس کے نرمی سے پوچھنے پر وہ نظریں اٹھا کر اسے دیکھنے لگی۔ آہ! کتنی خوبصورت آواز تھی ظالم کی بلکل اس کی طرح۔ اسے دیکھ کر لائبہ کے دل و دماغ میں ایک ہی نام گونجتا تھا۔ یوسف ثانی! ہاں! اس قدر دلکش تھا وہ۔

"اف بدتمیز لائبہ شرم کر لو وہ تمھارے لئے نامحرم ہے اور تم روزے میں ہو۔"

وہ دل ہی دل میں خود کو شرم دلاتی اس کی سائیڈ سے نکلتی تیزی سے حیا کے کمرے میں گم ہو گئی۔ جب کہ اس کی پھرتی دیکھتا شاہین اسے دیکھ کر رہ گیا۔

"مس تیز گام!"

اسے لقب سے نوازتا وہ مسکراہٹ چھپاتا ایک نظر حیا کے کمرے کے بند دروازے پر ڈالتا نیچے کی طرف بڑھ گیا۔

نور بانو بیگم لاؤنج میں بیٹھی تسبیح کرنے میں مشغول تھیں جب ان کی نظر کچن کے دروازے سے نکلتی اپنے آنسو صاف کرتی ملازمہ پر پڑی۔ انہیں سخت حیرت ہوئی۔ ان کے گھر میں آج تک ملازموں سے ناروا سلوک نہیں رکھا گیا تھا۔ نہ ہی کبھی ادنیٰ سمجھا گیا تھا۔ جو کھانا گھر کے افراد کے لئے بنتا وہی کھانا ملازموں کو دیا جاتا۔ پھر آج ان کے گھر کی ملازمہ کی آنکھوں میں آنسو کیوں؟

"شانو یہاں آؤ۔"

۔ انہوں نے ملازمہ کو آواز دی تو وہ جھٹ سے ان کے پاس آکر کھڑی ہو گئی

"!جی حکم کریں اماں بی"

وہ مؤدب سی سر جھکا گئی۔

"یہاں بیٹھو میرے پاس اور بتاؤ کہ کیوں رو رہی تھی تم؟"

ان کے کہنے پر وہ ان کی پاس ہی صوفے پر بیٹھ گئی کیوں کہ انھیں پسند نہ تھا کہ خود وہ اونچی جگہ پر بیٹھیں اور ملازم زمین پر۔

ان کے پوچھنے پر اس کے رکے ہوئے آنسو پھر سے جاری ہو گئے۔

اماں بی یہ آنسو کسی غم یا پریشانی کے نہیں بلکہ تشکر کے ہیں۔ پچھلے مہینے کی تنخواہ مل" چکی تھی اور وہ استعمال بھی ہو گئی۔ رمضان کا مہینہ شروع ہوا تو میں بہت پریشان تھی کہ گھر کا سودا سلف کہاں سے آئے گا۔ تنخواہ ایڈوانس میں مانگتے ہوئے بھی شرم محسوس ہو رہی تھی۔ پر ابھی شازیہ باجی اور آمنہ باجی نے نہ صرف اس مہینے کی ایڈوانس تنخواہ دی بلکہ راشن کا بڑا بیگ اور بچوں کے عید کے کپڑوں کے لئے پیسے بھی دیے۔ اور کہہ رہی تھیں کہ دوسرے عشرے کے آخر میں ضرورت مندوں میں کپڑے تقسیم کریں گے تو مجھے بھی دو سوٹ دیں گے تب۔ اماں بی میں آپ سب کا شکریہ کیسے ادا کروں۔ آپ لوگوں کے لئے دل سے خود بخود دعائیں نکلتی ہیں۔ اللہ آپ لوگوں کو اتنا نوازے کہ آپ سے سمبھالا نہ جا۔

وہ آخر میں پھر سے رو پڑی تو نور بانو بیگم اسے اپنے ساتھ لگا گئیں۔

ایسے نہیں روتے بچے بس اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں۔ اور اس میں احسان کیسا؟" ملازمین کو ان کی اجرت وقت پر ہی دے دینی چاہیے۔ وہ محنت کرتے ہیں تو ان کو ان کی محنت کا معاوضہ دینے میں دیری کیسی! انہوں نے مقررہ وقت تک محنت و مشقت سے ایک کٹھن وقت کاٹا ہوتا ہے اس امید پر کہ اپنی حق حلال کی کمائی حاصل کرنے کے بعد اپنی ضروریات زندگی پوری کریں گے۔ مالکوں نے ملازموں کو ان کی اجرت تو ہر حال میں دینی ہی ہوتی ہے چاہے وقت پر دیں یا اس میں دیری کریں۔ تو بہتر یہی ہے نا کہ یہ کام وقت پر کریں تا کہ ہماری لاپرواہی ان لوگوں کے لئے کسی پریشانی یا تکلیف کا باعث نہ بنے۔ اور میری بہوؤں نے رمضان کے تقدس میں تم لوگوں کی اجرت کے علاوہ مدد بھی کی تو یہ بہت نیک کام کیا۔ مجھے ان کی اس سوچ اور کام پر فخر محسوس ہو رہا ہے کہ انہوں نے یہ بات سمجھی کہ ہماری طرح ملازمین بھی انسان ہیں جن کی اس مہینے بہت سی اضافی ضروریات ہو سکتی ہیں۔ جاؤ شاباش اپنا کام کرو اب اور "آنسو بہانے کی بجائے اپنے رب کا شکر ادا کرو۔

وہ اس کے سر پر پیار دیتی ہوئی بولیں تو وہ مسکراتی ہوئی ان کے ہاتھ چوم کر وہاں سے اٹھ گئی جب کہ وہ بھی ایک فخریہ نظر کچن میں کھڑی اپنی بہوؤں پر ڈالتی واپس تسبیح میں مشغول ہو گئیں۔

وہ گاڑی گیٹ سے نکالنے لگا تو گیٹ کے پاس گم سم کھڑی نینا کو دیکھ کر گاڑی روک گیا۔ اس نے شیشے سے سر باہر نکال کر سیٹی بجائی پر وہ متوجہ نہ ہوئی۔ اس نے زور سے ہارن بجایا تو وہ تیز آواز سنتی ہوش میں آئی۔ شارق نے اسے پاس آنے کا اشارہ کیا تو وہ ہولے ہولے پیر گھسیٹتی شارق والی سائیڈ پر گاڑی کے پاس آ کر کھڑی ہو گئی۔

"کیا ہوا ایسے کیوں کھڑی ہو اور اب تک کالج کیوں نہیں گئی؟"

اس کے پوچھنے پر وہ اپنی کلائی پر بندھی گھڑی اس کی آنکھوں کے سامنے کر گئی۔

"کیوں کہ پانچ منٹ لیٹ تھی اس لئے وین چھوڑ کر چلی گئی۔"

وہ اسے بتانے کے ساتھ اپنا بازو پیچھے کر گئی۔

چلو آؤ میں چھوڑ دیتا ہوں۔ یونیورسٹی ہی جا رہا ہوں پہلے تمہیں ڈراپ کر دیتا"

ہوں۔"

وہ کہتے ہی فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھول گیا تو وہ بھی چپ چاپ آ کر بیٹھ گئی۔ اس کے بیٹھتے ہی شارق نے گاڑی آگے بڑھا دی۔

گاڑی میں خاموشی چھائی ہوئی تھی۔وہ گاڑی ڈرائیو کرتے گاہے بگاہے اس پر بھی نظر ڈال لیتا جو گود میں رکھے اپنے ہاتھوں کو گھور رہی تھی۔آنکھوں کے گرد ہلکے پڑنے شروع ہو چکے تھے۔پیلی رنگت،ویران آنکھیں اور مرجھایا ہوا چہرہ لئے یہ لڑکی اس کی نینا سے بہت مختلف نظر آرہی تھی۔

"مینا! تم ٹھیک ہو؟"

وہ فکر مند نظر آتا تھا۔

"جی ٹھیک ہوں۔مجھے کیا ہونا ہے؟"

وہ الٹا اس سے سوال کر گئی۔

کوئی مسئلہ یا پریشانی ہے تو تم مجھ سے شیئر کر سکتی ہو۔ میں پورے یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ تمہیں ناامید نہیں ہونے دوں گا۔"

وہ اس کے تاثرات جانچنے میں مصروف تھا۔ اس کی بات سن کر نینا کا رنگ پھیکا پڑ گیا۔

"نن۔۔ نہیں تو کوئی پریشانی نہیں ہے۔ سب ٹھیک ہے۔"

وہ اسے یقین دلانے کی خاطر چہرے پر زبردستی مسکراہٹ سجا گئی پر سامنے والا اتنا بیوقوف ہرگز نہ تھا کہ اس کے چہرے کے رنگ پہچان نہ پاتا۔

"گڈ! اگر کبھی کوئی بھی پریشانی ہو تو سب سے پہلے میرے پاس آنا کیوں کہ میں تمہارا بیسٹ فرینڈ ہوں اور بیسٹ فرینڈ سے کبھی کوئی بات نہیں چھپاتے! میں سہی کہہ رہا ہوں نا؟

اس کے پوچھنے پر وہ سر ہلا گئی۔

گاڑی کالج کے گیٹ کے باہر رکی تو وہ اسے الوداع کہتی گیٹ سے اندر داخل ہو گئی جب کہ شارق کا دماغ اس وقت بہت سے دھاگوں میں الجھا ہوا تھا۔

وہ آڑھی ترچھی بیڈ پر لیٹی ہوئی تھی جب آمنہ بیگم نے کمرے میں قدم رکھا۔

"مسکان پانچ بجے تک تیار ہو جانا عمیر کے ساتھ افطاری پر جانا ہے تمہیں اور میں کوئی بہانا نہیں سنوں گی اب!"

اس پہ حکم صادر کر کے وہ یہ جاوہ جا۔ جب کہ وہ ہونق بنی ان کی بات سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"افطاری پر جانا ہے! وہ بھی ان کھڑوس کے ساتھ! یہ امی کو بھی نہ جانے کیا ہو گیا ہے۔ ابھی سے روزہ لگنے لگا شاید۔"

وہ ان کی بات کو ہوا میں اڑاتی اپنا موبائل پکڑ کر گیم کھیلنے میں مگن ہو گئی۔ آدھے گھنٹے کے بعد لائبہ کمرے میں داخل ہوئی تو اسے یوں ہی لاپرواہی سے موبائل میں گم پا کر تپ اٹھی۔

"تم ابھی تک مُردوں کی طرح ایسے ہی پڑی ہو۔ تیار کیوں نہیں ہوئی؟ بھائی آنے ہی والے ہوں گے اب تو!"

وہ اس کے سرہانے پہنچ کر موبائل اس کے ہاتھ سے کھینچ گئی۔

" مجھے تیار کس لئے ہونا ہے اور تمھارے کھڑوس بھائی کے آنے کا وقت ہو گیا ہے تو میں کیا کروں؟ پھلوں کی پتیاں لے کر دروازے میں کھڑی ہو جاؤں ان کے استقبال کے لئے یا پھر ان کے قدموں میں پلکیں بچھا دوں!"

وہ جو پہلے ہی عمیر پر بھری بیٹھی تھی اس کے سوال پر پھٹ ہی پڑی۔

"اف دماغ سے خالی عورت بھائی کے ساتھ افطاری پر نہیں جانا کیا؟ تم بھائی کی کال نہیں اٹھا رہی نہ میسج کا جواب دے رہی تو انہوں نے مجھے کال کر کے کہا کہ تمہیں بتا دوں کہ سفید جوڑا پہن کے تیار ہو جو یونیورسٹی کے میلاد پر پہنا تھا اور میں نے تب ہی تمہیں میسج بھی کر دیا تھا۔ اب تک تیار کیوں نہیں ہوئی پھر تم؟

اس کے بتانے پر مسکان کو غش پڑتے پڑتے رہ گیا۔ عمیر سچ میں اسے خود باہر لے کا جارہا تھا اور اس کی مرضی کالباس پہننے کی فرمائش بھی کر رہا تھا! کیا سچ میں ؟

"اب اٹھ بھی جاؤ یا بیٹھے بیٹھے ہی جم گئی ہو؟"

اس کے یوں مراقبے میں جانے پر وہ دانت پیس کر بولی تو ہوش میں آتی چھلانگ لگاتی بیڈ سے اٹھی۔

تمہارے بھائی سے کسی اچھے کی امید تو نہیں مجھے۔ کیا پتا باہر لے جاکر بے عزتی ہی کرنی ہو۔"

اس کے مشکوک لہجے پر لائبہ نفی میں سر ہلا گئی۔

تم کبھی کچھ اچھا نہ سوچنا۔ اتنے جلاد بھی نہیں میرے بھائی جتنا تم بنا دیتی ہو۔ دفع "
"مر واب جلدی سے تیار ہو جاؤ۔

وہ اسے باتھ روم کی طرف دھکیلتی ہوئی بولی۔

"ہاں اتنے زیادہ نہیں ہیں پر کچھ کم بھی نہیں ہیں۔"

وہ لائبہ کے سر پر تھپڑ رسید کرتی کھٹاک سے دروازہ بند کر گئی تو لائبہ دانت کچکچا کر رہ گئی۔ پھر الماری کی طرف بڑھ گئی تاکہ اس کے کپڑے، جوتا اور جیولری وغیرہ نکال سکے۔

سفید سوٹ زیب تن کیے وہ گاڑی سے ٹیک لگا کر کھڑا اس محترمہ کا انتظار کر رہا تھا جو آنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔اس نے ایک نظر کلائی میں بندھی گھڑی پر ڈالی جو ساڑھے پانچ بجے کا وقت بتا رہی تھی۔گھڑی سے نظر ہٹا کر اس نے جیسے ہی سامنے دیکھا اس کی آنکھیں ایک پل کو ساکت ہوئی تھیں۔سینے میں دھڑکتے دل کی رفتار معمول سے کچھ زیادہ ہوئی تھی۔اس کی پسند کے لباس میں ملبوس،لبوں اور گالوں پر ہلکی سی سرخی لئے اور لمبی پلکوں کو مسکارے سے سجائے،سر پر سفید ہی آنچل اوڑھے وہ عمیر احمد کو مبہوت کر گئی تھی۔

خود پر گڑی عمیر کی نظریں دیکھتی مسکان کی ہتھیلیاں پسینے سے بھیگنے لگیں۔اس کے نہ نہ کرنے کے باوجود دلائبہ اسے تیار کر چکی تھی۔وہ سہج سہج کر قدم اٹھاتی جسے ہی اس کے قریب آئی وہ ٹرانس سے نکلتا ایک مسکراتی ہوئی نظر اس پر ڈال کر فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھول گیا۔اس کے بیٹھنے کے بعد وہ دروازہ بند کرتا گھوم کر ڈرائیونگ سیٹ پر آیا اور گاڑی آگے بڑھا گیا۔

ہوٹل میں پہنچنے پر وہ گاڑی سے نکلتا اس کی سائیڈ پر آ کر ایک جینٹل مین کی طرح اس کے لئے دروازہ کھول کر ایک ہاتھ اس کے آگے بڑھا گیا۔

وہ جھجک کر اس کے مضبوط ہاتھ میں اپنا نازک ہاتھ دیتی باہر آ گئی۔ عمیر نے اس کا ہاتھ پھر بھی نہ چھوڑا اور اسے اپنے ساتھ لیئے ہوٹل کے اندرونی حصے کی طرف قدم بڑھا دیے۔

وہ اسے لئے پہلے سے ریزرو کیے گئے ٹیبل پر آ گیا۔ اس کے لئے کرسی کھینچ کر پہلے اسے بٹھایا پھر سامنے والی کرسی پر خود بیٹھا۔ مسکان کی زبان تو جسی گم ہی ہو گئی تھی کہیں۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ عمیر ہی ہے۔ اس کھڑوس کا یہ روپ ہضم کرنا کافی مشکل تھا اس کے لئے۔

"ہائے! کتنا شاندار بندہ ہے یار!"

اونچی آواز میں کیے گئے تبصرے پر دونوں کی نگاہ بے ساختہ ساتھ والے ٹیبل پر پڑی جہاں ایک لڑکی عمیر کو نہارتی اپنی ساتھی لڑکی سے کہہ رہی تھی۔ عمیر نے فوراًا اپنی نظریں وہاں سے ہٹا کر دوبارہ مسکان پر مرکوز کر لیں۔

"مسکان آج صبح کیا ہوا تھا؟ آئی اتنا شدید ری ایکشن کس بات پر تھا؟ اس کے بعد میں تمہارے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹاتا رہا تم نے نہیں کھولا۔ پھر کالز کرتا رہا پر تم نے ایک بھی کال ریسیو نہیں کی۔ میسجز کرتا رہا پر تم نے ایک بھی میسج کا جواب نہیں دیا۔ اس سب کی وجہ پوچھ سکتا ہوں؟"

عمیر مسلسل بول رہا تھا پر وہ سن ہی کہاں رہی تھی اس کی آواز۔ اس کی نظریں اور کان سامنے بیٹھی لڑکی پر تھیں جو عمیر کو دیکھتی اپنے جلوے دکھانے میں مصروف

تھی۔ نیل پینٹ سے سجے چڑیلوں کی طرح لمبے لمبے ناخنوں کو ایک ادا سے اپنے چہرے پر پھیرتی چست لباس پہنے کولگیٹ کا اشتہار بنی وہ لڑکی مسکان کو اس قدر بری لگ رہی تھی جس قدر بریانی میں الائچی!

"دھیان کہاں ہے تمہارا؟ تم سے مخاطب ہوں میں!"

اس کے جھنجھلا کر کہنے پر مسکان نے شعلہ برساتی نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

"میرا دھیان وہیں ہے جہاں کچھ دیر پہلے آپ کا تھا۔"

اس نے سلگ کر کہتے نظریں دوبارہ اس چڑیل کی طرف گھمائیں تو وہ اس کی نظر کا اشارہ سمجھتا سر پکڑ کر رہ گیا۔

خدا کو مانو یار! اس کی اونچی آواز پر ایک بے ساختہ نظر اس طرف اٹھی تھی میری۔" تم بھی اچھے سے جانتی ہو اس کے بعد میں نے غلطی سے بھی اس طرف نہیں دیکھا۔
"پھر یہ شکوہ کیسا؟

وہ بیچارہ بے قصور ہوتے ہوئے بھی صفائی دے رہا تھا اور ایسا پہلی مرتبہ ہو رہا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس کی کانچ سی آنکھیں نم ہو گئیں۔ اس کی نم آنکھیں اور کپکپاتے لب دیکھتا وہ تڑپ اٹھا۔

"چندہ! تمہیں یقین نہیں کیا مجھ پر؟"

وہ آگے کو ہوتا اس کے ہاتھ تھام کر بے چینی سے بولا تو وہ شکوہ کن نم آنکھوں سے اس کی آنکھوں میں ایک پل کو جھانکتی نظریں جھکا گئی جسے کہہ رہی ہو کہ یقین کی ڈور تھمائی ہی کب آپ نے مجھے۔ اتنے میں اذان ہو گئی تو دونوں چپ چاپ افطاری

کرنے لگے۔ اس کے بعد عمیر باتیں کرتا رہا جس کا جواب وہ ہاں یا نہ میں دیتی رہی بس۔ واپسی کا سفر بہت خاموشی سے طے کیا گیا تھا۔ گاڑی گھر میں رکتے ہی وہ دروازہ کھول کر باہر نکلی اور بغیر کچھ کہے سنے تیزی سے اندر کی طرف بڑھ گئی جب کہ وہ بے بسی سے آنکھیں میچ کر سر سیٹ کی پشت سے لگا گیا۔ پتا نہیں ان دونوں کے درمیان کب سب ٹھیک ہو گا! وہ بس سوچ کر رہ گیا۔

افطاری کے بعد لائبہ اور مسکان بیٹھی موبائل پر کپڑوں کے ڈیزائن دیکھ رہی تھیں۔ آج کل ان کے فارغ اوقات کا یہی ایک مشغلہ تھا۔ یوں جسے وہ ایک مہم پر نکلی ہوں۔ عید کے لئے بنائے جانے والے کپڑوں کے ڈیزائن کی تلاش! وہ دونوں زورو

شور سے اسی بحث میں مصروف تھیں جب نینا دھپ سے ان کے قریب ہی صوفے پر بیٹھ گئی۔ منہ پھولا ہوا تھا کیوں کہ آمنہ بیگم نے اسے زبردستی یہاں بھیجا تھا کہ ہر وقت کمرے میں نہ گھسی رہا کرو۔ اگر پڑھنا ہی ہے تو کتاب لے کر لاؤنج میں ہی آجاؤ۔ اب بھی وہ بیزار شکل لئے کتاب ہاتھ میں تھامے آنکھیں بند کرتی صوفے کی پشت سے سر ٹکا گئی۔

لائبہ اور مسکان اسے ایک نظر دیکھتی سرگوشی میں بات کرنے لگیں تاکہ ان کی اونچی آوازوں سے نینا ڈسٹرب نہ ہو۔

لائبہ مسکان کے کان میں میں تقریباً گھستے ہوئے کوئی بات کر رہی تھی جس کے جواب میں مسکان کا سر پوری رفتار سے ہل رہا تھا۔ اس کی بات سنتے مسکان کی نظر اچانک سامنے بیٹھی دادی جان پر پڑی تو وہ بوکھلاتی ہوئی جھٹکے سے سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ اس

کی نظروں کے تعاقب میں لائبہ نے دادی جان کو دیکھا تو وہ سخت تیور لئے ان دونوں کو گھور رہی تھیں۔

"کیا ہوا دادی جان؟ اب ہم معصوموں نے ایسا کیا کر دیا جو آپ ہمیں اس طرح دیکھ رہی ہیں؟"

لائبہ نے آنکھیں پٹپٹاتے ہوئے پوچھا۔

"یہ جو تم دونوں ایک دوسرے کے کانوں میں گھسی پھسپھسا رہی ہو۔ بہت اچھی بات ہے نا یہ۔ تم لوگوں کو نہیں پتا کہ بہن بھی پاس بیٹھی ہے۔ محفل میں بیٹھنے کے آداب بھی سیکھو۔

حدیث نبوی ہے کہ: جب تم تین لوگ ہو تو اپنے ساتھ کو چھوڑ کر دو آپس میں سرگوشی نہ کریں کیوں کہ یہ چیز اسے (تیسرے کو) غم زدہ کر دے گی۔ (صحیح مسلم)"

ان کے لتاڑنے پر وہ دونوں اپنی جگہ شرمندہ ہو گئیں۔

دادو ہم تو بس نینا کے آرام کے خیال سے آہستہ آواز میں بات کر رہے تھے تاکہ "ہماری اونچی آواز اس کے آرام میں خلل نہ ڈالے۔

وہ تفصیلی وضاحت دیتے ان کا موڈ بحال کر گئی۔

نیناوہاں سے اٹھی اور آ کر بانو بیگم کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گئی۔ بانو بیگم اس کے سر میں انگلیاں پھیرنے لگ گئیں۔

دادی جان کسی پر جھوٹا الزام لگانے کی کیا سزا ہے۔ کوئی آپ پر وہ الزام لگا رہا ہو " جس کے متعلق آپ کچھ جانتے ہی نہ ہوں.. آپ پر بہتان باندھ رہا ہو!" وہ دھیمی آواز میں ان سے بہت اہم سوال پوچھ گئی۔

الزام تراشی بہت بڑا گناہ ہے۔ حضرت علی کا فرمان ہے: کسی پر الزام لگانا یہ آسمانوں " سے بھی زیادہ بھاری گناہ ہے۔

قرآن پاک میں سورت النور میں اللہ کا ارشاد ہے کہ: جو لوگ بھولی پاک دامن با ایمان عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں وہ دنیا اور آخرت میں معلون ہیں اور ان کے لئے "بڑا بھاری عذاب ہے۔

وہ اس کے بالوں میں انگلیاں چلاتی حلاوت بھرے لہجے میں اسے بتانے لگیں۔

"پر دادی جان اس کائنات میں موجود ہر شے اللہ پاک کے کن کی محتاج ہے اور اس کی مرضی کے بغیر ایک پتہ بھی نہیں ہل سکتا پھر وہ لوگوں کو اتنی شہہ کیوں دیتا ہے کہ وہ کسی معصوم اور بے گناہ پر بہتان باندھیں؟ اس معصوم کا کیا قصور ہوتا ہے جس پر بہتان لگایا جاتا ہے۔"

وہ غمگین لہجے میں ایک اور سوال داغ گئی۔

"میری بچی اس دنیا میں ہر چیز ساتھ ساتھ چلتی ہے۔ اگر اچھائی ہے تو برائی بھی ہے۔ نیکی ہے تو بدی بھی ہے۔ نور ہے تو تاریکی بھی ہے۔ اندھیرا ہے تو سویرا بھی ہے۔ اللہ نے جنت بنائی تو اس کے ساتھ دوزخ بھی بنائی۔ اور اس دوزخ کا ایندھن ایسے لوگ ہی ہوں گے۔ اور رہی بات معصوموں کی تو بچے اللہ ہر طریقے سے اپنے بندوں کو آزماتا ہے۔ آزمائش اللہ کے محبوب بندوں پر ہی آتی ہے۔ وہ لے کر بھی آزماتا ہے

اور دے کر بھی۔ یہ تو بندے پر پر منحصر ہے کہ وہ اپنے رب کی طرف سے ملنے والی آزمائش پر صبر و شکر کر کے پورا اترتا ہے یا بے صبری اور ناشکری کا مظاہرہ کرتا ہے۔ بیشک صبر کر کے سیدھے راستے پر قائم رہنے والے ہی اپنے رب کے ہاں عزت پاتے ہیں۔ اور اللہ صبر کبھی رائیگاں نہیں جانے دیتا۔ قرآن پاک میں ایک آیت بار بار دہرائی گئی ہے:

ان اللہ مع الصابرین۔

"ترجمہ: "بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

ان کی باتوں پر پر سکون ہوتی وہ ان کو گود میں سر رکھے ہی میٹھی نیند میں جاچکی تھی۔

وہ کب سے کمرے میں بیٹھی تھی۔ موسم حبس زدہ تھا۔ کمرے میں بیٹھے بیٹھے اسے گھٹن ہونے لگی تو دوپٹہ حجاب کی صورت سر پر اوڑھتی بالکنی کا دروازہ کھول کر باہر

نکل آئی۔ باہر کا موسم اندر سے قدرے بہتر تھا۔ اس نے آنکھیں بند کرتے ایک لمبی سانس بھری۔

زمان آفس سے آکر فریش ہونے کے بعد بالکنی میں آگیا۔ اس کی نگاہیں روز کی طرح آج بھی سامنی بالکنی پر اٹھی تھیں جو ہمیشہ کی طرح ویران پڑی تھی۔ اس نے اب تک بس دو دفع ہی اس پری پیکر کو یہاں دیکھا تھا ورنہ وہ دروازہ ہمیشہ بند ہی ملتا تھا۔ کافی دیر وہاں نظریں جمانے کے باوجود وہ نظر نہ آئی تو وہ ایک آخری مایوس نگاہ اس بالکنی کے بند دروازے پر ڈالتا وہاں سے ہٹنے کو تھا جب غیر متوقع طور پر سامنے موجود دروازہ دھیرے سے کھلا اور حجاب میں لپٹا وہ پرنور چہرہ اس کی نظروں کی گرفت میں آیا۔ وہ یک تک اس کے چہرے کو دیکھنے میں محو تھا جو آنکھیں بند کیے فضا سے ٹھنڈی سانسیں کھینچ رہی تھی۔ اس نے جیسے ہی آنکھیں کھولیں اس کی ہری آنکھیں سامنے کھڑے وجود کی کالی آنکھوں سے ٹکرائی تھیں۔ اس کی ہری آنکھیں

دیکھتے زمان بے ساختہ منہ میں ماشاءاللہ کہہ گیا۔وہ واقعی قدرت کا حسین شاہکار تھی۔اسکی حسین پٹھانی!

اس کی نظروں کا ارتکاز اپنے چہرے پر محسوس کرتی وہ پل میں سرخ پڑی تھی۔بغیر اس پر دوسری نظر ڈالے وہ تیزی سے مڑتی واپس کمرے میں گم ہوئی تھی جب کہ زمان اس کی تیزی ہی دیکھتا رہ گیا۔

وہ کمرے میں آکر دروازہ بند کرتی اسی کے ساتھ لگ کر کھڑی ہو گئی اور اپنی معمول سے تیز دھڑکنوں کو محسوس کرتی سینے پر ہاتھ رکھ گئی۔اس انسان سے حیا کا جب بھی ٹکراؤ ہوا تھا اسے یوں محسوس ہوا تھا جسے اس کی گہری سیاہ آنکھیں اس سے کچھ کہنا چاہ رہی ہوں۔اس کے لئے سب سے حیران کن بات یہ تھی کہ اس کا دیکھنا برا نہیں لگتا تھا۔حیا کو اس کی آنکھوں میں اپنے لئے ہمیشہ عزت ہی دیکھی تھی بس۔حوس اور خباثت جیسا کچھ بھی نہ تھا ان سیاہ آنکھوں میں۔فقط عزت ہی دکھی تھی۔

لاحولا ولا قوت! شرم کرو حیا جیسا بھی ہے پر ہے تو ایک نا محرم ہی نا وہو۔ تم ایسا سوچ "
بھی کیسے سکتی ہو۔ اف حیا تم بھی پاگل ہو پوری بس!"

وہ سر پر ہاتھ مار کر خود سے کہتی وضو کی نیت سے باتھ روم کی طرف بڑھ گئی جب کہ پیچھے کھڑا زمان بھی اپنے کمرے کی طرف مڑ گیا۔

دن بہت ہی سست روی سے گزر رہے تھے۔ آج ان دونوں نے یونیورسٹی سے آف لیا تھا۔ مسکان کی طبیعت کچھ ناساز تھی اور لائبہ اکیلی جاتی نہیں تھی۔ نینا کو رات سے بخار تھا اس لئے وہ بھی گھر ہی تھی اور اپنے کمرے میں آرام کر رہی تھی۔ زمان آفس

گیا ہوا تھا اور شارق یونیورسٹی جب کہ عمیر کسی کیس کے سلسلے میں مصروف تھا آج کل۔ گھر بھی رات کو دیر سے ہو لوٹ رہا تھا۔

وہ دونوں کمرے میں لیٹی اپنے اپنے موبائل میں گم تھیں جب شازیہ بیگم وہاں آئیں۔

لائبہ جاؤ اوپر سے کپڑے اتار لاؤ۔ شانو نے دھو کر سوکھنے کے لئے اوپر ڈالے تھے" پر اس کے بیٹے کی طبیت خراب تھی تو میں نے اسے گھر بھیج دیا۔ جاؤ تم لے آؤ اب کیا "ہر وقت موبائل کے ساتھ چپکی رہتی ہو کبھی اس کی جان چھوڑ بھی دیا کرو۔

ان کی گولہ باری کا رخ اپنے عزیز از جان موبائل کی طرف ہوتا دیکھ کر وہ جھٹ سے موبائل تکیے کے نیچے رکھ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"جارہی ہوں امی۔"

وہ انہیں کہتی تیزی سے اوپر کی طرف بڑھ گئی۔ وہ اوپر آکر جلدی جلدی کپڑے سمیٹنے لگی تاکہ جلد فارغ ہو جا۔ اپنے چہرے پر کسی کی نظروں کی تپش محسوس کرتے اس نے نظریں آس پاس دوڑائیں تو سامنے ہی شاہین کو ٹکٹکی باندھ کر اپنی طرف دیکھتے پا کر دھک سے رہ گئی۔ چہرے کا رنگ تیزی سے بدلا تھا اور گالوں پر گلال آ ٹھہرا تھا۔ وہ اسے آنکھوں میں بسائے نہارنے میں مصروف تھا۔ اس کی نگاہوں سے خائف ہوتی وہ اپنا رخ موڑ گئی۔ اسے نیچے کی طرف قدم بڑھاتے دیکھ کر وہ اسے پکار اٹھا۔

"سنیں!"

اس کی پکار پر وہ رکی ضرور پر پلٹی نہیں.

"مجھے آپ سے بات کرنی تھی ایک۔ آپ پلیز ایک دفعہ بات سن لیں میری۔ آپ کا زیادہ وقت نہیں لوں گا۔"

اس کی بات پر وہ دھیرے سے پلٹ کر نگاہیں جھکائے منڈیر کے پاس آ کر کھڑی ہو گئی گئی۔ ہاتھوں میں ہنوز کپڑے تھام رکھے تھے۔

"جی بولیں! کیا بات کرنی ہے آپ کو مجھ سے؟"

اس کے کہنے پر وہ ایک نظر آس پاس دوڑاتا تھوڑا آگے جھک گیا۔

دیکھیں لائبہ میں ایک پریکٹیکل بندہ ہوں گھما پھرا کر بات نہیں کروں گا۔ صاف" سیدھی بات ہے کہ آپ پہلی نظر میں ہی دل کو اس قدر بھا گئی تھیں کہ میں نے اسی لمحے سوچ لیا تھا کہ اگر اس دل کی مکین آپ بنی ہیں تو میری زندگی کی ساتھی بھی آپ ہی بنیں گی۔ میں نا تو کوئی ٹین ایجر ہوں نہ ہی اس طرح فضول ملاقاتوں اور لمبے لمبے ٹیلیفونک رابطوں کو اچھا سمجھتا ہوں۔ اپنے پیرنٹس کو آپ کے گھر بھیجنے سے پہلے میں

آپ کی رضامندی جاننے کا خواہاں تھا۔ اب آپ بتا دیں اور یہ بھی یاد رہے کہ جواب میرے حق میں ہی ہونا چاہیے کیوں کہ اس پٹھان کا بری طرح سے دل آگیا ہے آپ پر اور اس دل کی قید سے آپ کی رہائی ناممکن ہے اب۔"

وہ گہرے لہجے میں بولتا اس کی آنکھوں میں جھانکنے لگا جو آنکھیں پھاڑے اس کی بات سن کر بے یقین سی کھڑی رہی۔

"آپ اچھی طرح سوچ سمجھ لیں تین دن کے بعد رات عیشا کی نماز کے بعد میں یہیں آپ کا انتظار کروں گا۔ اللہ حافظ!"

اسے بت بنے کھڑا دیکھ کر وہ اسے تین دن کی مہلت دیتا الوداع کہہ کر نیچے کی طرف بڑھ گیا۔ وہ دونوں دن کے اس وقت چھت پر کھڑے تھے۔ اب تک تو کسی کی ان پر نظر نہ پڑی تھی پر وہ نہیں چاہتا تھا کہ کوئی یوں ان دونوں کو آمنے سامنے بات کرتے

ہوئے دیکھے اور کوئی نیا افسانہ بنے۔ وہ ایک مرد تھا اسے اپنی پرواہ نہیں تھی کیوں کہ یہ ہمارے معاشرے کا المیہ ہے کہ مرد کا ہر عیب دیکھ کے بھی ان دیکھا کر دیا جاتا ہے جب کہ عورت کی ذرا سے لاپرواہی بھی اسے تباہی کے دہانے پر لے جاتی ہے اور بدنامی کی موت مار دیتی ہے۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ لائبہ کی عزت پر کوئی حرف آئے اس لئے جامع بات کر کے وہاں سے چل دیا۔

اس کے جانے کے بعد بھی وہ بے یقینی سے کتنی ہی دیر وہیں کھڑی رہی۔ نیچے سے شازیہ بیگم کے مسلسل آوازیں دینے پر وہ ہوش میں آتی فلحال ہر سوچ کو جھٹک کر نیچے چل دی۔

وہ کب سے لائبہ کو دیکھ رہی تھی جو نا جانے کس سوچ میں گم تھی۔ اس نے پاس پڑا سرہانا پکڑ کر لائبہ کی طرف پھینکا تو وہ ہڑبڑا کر ہوش میں آئی۔

"کک۔۔۔کیا ہوا؟"

وہ اس کے سخت تیور دیکھتی چہرے پر ناسمجھی کے تاثرات سجائے سوال کرنے لگی۔

"سیلاب آگیا ہے بہن۔ دیکھنا چاہو گی؟"

مسکان کے یوں تیکھے چتونوں سے پوچھنے پر وہ اب کی بار سہی طرح ہوش میں لوٹی تھی۔

کیا ہو گیا ہے جو اس طرح طنز کے تیر برسا رہی ہو۔ اس گولہ باری کی وجہ جان سکتی ہوں؟"

اس کے پوچھنے پر مسکان اپنی جگہ سے اٹھتی اس کے ساتھ آکر بیٹھ گئی۔

ویسے مسی میں سوچ رہی تھی کہ آج کل عمیر بھائی بہت کم گھر پا جاتے ہیں اور" جب گھر ہوتے ہیں تب بھی تم سے کم ہی ٹکراؤ ہوتا ہے ان کا اور تم بھی نہیں خود سے پہل کرتی۔ کہیں تم نے اس بات پر عمل تو نہیں کر لیا کہ اپنے چاند سے چاند رات تک "دور رہیں۔

وہ شرارت سے کہتی اسے کہنی مار گئی۔

تمہارے بھائی ٹکلے تو نہیں ہیں پھر کیوں انھیں چاند کہہ کر ان کے حسین بالوں کی" "توہین کر رہی ہو۔

چاہے جتنے مرضی اختلاف سہی پر وہ خود معترف تھی اس کی وجاہت کی اور خاص طور پر اس کے گھنے بالوں کی تو دیوانی تھی وہ۔ ہاں وہ الگ بات تھی کہ وہ مر کر بھی خود اس بات کا اعتراف نہ کرتی۔

دھیان سے بھابھی! اپنے چاند سے اتنی بھی دوری اختیار نہ کریں کہ وہ چاند رات "
"تک کوئی اور ہی چاند چڑھادیں۔

دروازے سے نمودار ہوتا شارق ان کی گفتگو کے آخری کلمات سنتا اسی کے مطابق اپنی پھلجھڑی چھوڑ گیا تو وہ اسے گھور کر رہ گئی جب کہ لائبہ کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔
کیا بکواس کر رہے ہو؟ لگتا ہے یونیورسٹی میں زیادہ پڑھائی کر لی آج اسی لئے دماغ "
"سٹھیا گیا ہے تمہارا جو ایسے اول فول بک رہے ہو۔

وہ اسے دیکھ کر ترخ کر کہنے لگی جس پر وہ کندھے اچکاتا اندر آ کر لائبہ کے پاس بیٹھ کر اس کے سر پر تھپڑ مار گیا۔

"اف بھائی کیا کر رہے ہیں۔"

لائبہ اپنا سر سہلاتی اس سے دور ہو کر بیٹھ گئی۔

"مجھے اپنی بکواس کا مطلب تو سمجھا دو۔"

مسکان کے پوچھنے پر وہ اٹھ کر اس کے پاس آیا اور اس کے کندھے پر کہنی ٹکا کر کھڑا ہو گیا۔

"میری پیاری بھابھی جان آپ نیچے قدم رنجا فرما جائیں آپ کو خود ہی میری اس بکواس کا مطلب سمجھ آ جا گا۔"

وہ کہنے کے ساتھ ہی اسے کندھوں سے تھامتا اس کا رخ سیڑھیوں کی طرف کر گیا۔ وہ نا سمجھی سے اسے دیکھتی کندھے پر پڑا دوپٹہ درست کرتی نیچے کی طرف بڑھ گئی۔ اس نے جیسے ہی آخری سیڑھی پر قدم رکھا اس کے کانوں سے عمیر کا بھاری خوبصورت

قہقہہ ٹکرایا۔ وہ متعجب ہوئی کیوں کہ وہ بہت کم ایسے کھل کر ہنستا تھا۔ پر سامنے کا منظر واضح ہوتے ہی اس کے اعصاب تن گئے۔ سامنے ہی تھری سیٹر صوفے پر اس کے شوہر کے پہلو میں ایک طرح دار حسینہ براجمان تھی۔ ٹخنوں سے چار انچ اونچی تنگ کیپری اور چھوٹی سی شرٹ پہنے دوپٹے سے بے نیاز وجود لئے کھکھلا کر ہنستی وہ لڑکی کم چڑیل اس وقت مسکان کو ٹینڈے سے بھی زیادہ بری لگی۔ ٹینڈے کی مثال اس لئے کیوں کہ مسکان کو سب سے برے ٹینڈے ہی لگتے تھے۔ اتنے برے کہ اسے لگتا تھا کہ اس کے لئے اس سے زیادہ ناپسندیدہ چیز اور کوئی نہیں ہو سکتی پر سامنے بیٹھی اس لڑکی کو دیکھ کر مسکان کو آج یقین ہو گیا تھا کہ ٹینڈے اتنے برے بھی نہیں ہوتے۔

وہ تنا ہوا چہرہ لئے لاؤنج میں آ گئی۔ اسے دیکھتی شازیہ بیگم مسکرا دیں۔

"السلام علیکم!"

وہ بلند آواز میں سلامتی بھیجتی جا کر شازیہ بیگم کے ساتھ بیٹھ گئی تو وہ اسے اپنے ساتھ لگا گئیں۔ جب کہ اس کی آواز پر وہ دونوں بھی اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

"یہ کون ہے عمیر؟"

وہ مسکان کو دیکھتی ایک ادا سے بالوں کی لٹ کہ انگلی پر لپیٹتی عمیر سے پوچھنے لگی۔ اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتا مسکان تیزی سے اٹھ کر ان دونوں کے درمیان موجود خالی جگہ پر بیٹھ کر عمیر کا بازو اپنے ہاتھ میں لے گئی۔ اس نے یہ عمل اتنی تیزی سے کیا تھا کہ ساتھ بیٹھی لڑکی بھونچکی رہ گئی جب کہ اس کی اس جرآت پر عمیر نے داد میں ابرو اچکایا جسے اس کی جرآت سے بہت متاثر ہوا ہو۔

"ارے یہ کیا بتائیں گے میں خود اپنا تعارف کرواتی ہوں۔ مائی سیلف مسز مسکان عمیر! ان کی بچپن کی بیوی ہوں میں اور یہ میرے بچپن کے شوہر۔ آپ مجھے بھابھی کہہ کر بلا سکتی تھی پر کیا ہے نا کہ آپ تو چہرے سے ہی مجھ سے عمر میں کافی بلکہ کافی زیادہ

بڑی لگ رہی ہیں تو آپ بلا جھجک میرا نام لے سکتی ہیں۔ ویسے اگر آپ مجھے بھابھی کہہ کر بلانا چاہیں تو مجھے پھر بھی کوئی اعتراض نہیں۔ عمیر آپ نے ان کا تعارف نہیں کروایا؟"

وہ اس چڑیل کے ہونق چہرے کو دیکھ کر اپنا تعارف مکمل کرتی آخر میں عمیر کی طرف رخ موڑ کر اس سے مستفسر ہوئی تو اس کی گہری نظر خود پر دیکھ کر نظریں چرا گئی۔ جب کہ ساتھ بیٹھی لڑکی اب تک شاک میں تھی۔ عمیر کو اس کا بھائی ہی بنا دیا۔ لائک سیریسلی؟

"یہ میری یونیورسٹی فرینڈ ہے مشال! اسلام آباد سے آئی ہے جاب کے سلسلے میں کچھ عرصہ ہمارے گھر ہی قیام کرے گی۔"

اس کے بتانے پر مسکان کا دماغ ایک سیکنڈ میں گرم ہوا تھا۔ مطلب اب یہ چڑیل ان کے ساتھ رہے گی۔ وہ چاہ کر بھی اپنے تاثرات پر قابو نہ پا سکی جب کہ عمیر تفصیل سے اس کے بگڑے ہوئے تاثرات کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس کی جیلسی عمیر کو مزہ دے رہی تھی۔

وہ ایک تیز نظر اس چڑیل پر ڈال کر جھٹکے سے وہاں سے اٹھ کر بھاگتی ہوئی سیڑھیاں چڑھ گئی۔ عمیر نے ایک پریشان نظر اس کی پشت پر ڈالی جب کہ مشال ھنہ کر کے رہ گئی۔

عمیر پولیس سٹیشن جا چکا تھا اور مشال آرام کرنے کے لئے گیسٹ روم میں جا چکی تھی۔ مسکان نیچے آئی تو لائبہ دادی جان کے آگے بیٹھی ان سے سر میں تیل لگوا رہی تھی۔ وہ بھی پاس آکر وہیں بیٹھ گئی۔ مزاج ابھی بھی برہم تھے۔

"مل لیا اپنی سوتن سے؟"

لائبہ کے شرارت سے پوچھنے پر مسکان کا پارہ ایک دم ہائی ہوا تھا۔

"منحوس عورت اپنی اس کالی زبان سے ہمیشہ بد فعالی ہی کرنا تم۔ ذرا جو تمہیں کبھی شرم آئی ہو فضول بکواس کرتے وقت۔ اس لومڑی کو تو ایسا سبق سکھاؤں گی کہ ساری زندگی یاد رکھے گی کہ کس سے پالا پڑا۔ ایسے اکڑ کر بیٹھی تھی جیسے یہ اس کا ہی گھر ہو۔ ٹینڈے جیسی شکل پر دو کلو میک اپ تھوپ کر اپنے نہ نظر آنے والے حسن

کی جلوے دکھارہی تھی میرے شوہر کو۔ غصہ تو اس بات کا ہے کہ اپنے اکلوتے بچپن کے شوہر کو میں نے آج تک اس نظر سے نہیں دیکھا جیسے وہ لومڑی دیکھ رہی تھی اور دکھ اس بات کا کہ تمھارے اس سڑیل بھائی نے اپنی اکلوتی بچپن کی بیوی جو کہ رج کہ حسین بھی ہے اس سے تو کبھی ایسے ہنس کر بات نہیں کی بلکہ ہمیشہ کریلے ہی چبا رہے ہوتے ہیں اور اس چڑیل کے سامنے کولگیٹ کا سستا اشتیہار بن کر دانتوں کی نمائش کر رہے تھے۔"

اس کہ یوں جل کر کہنے پر لائبہ ہنسی دبانے لگی۔ جب کہ مسکان کی زبان کو بریک بازو پر لگنے والی ہیئر برش سے لگی تھی۔ اس نے سی کرتے سامنے دیکھا جہاں دادی جان اسے گھور رہی تھیں۔

تمہیں کس دن عقل آئے گی مسکان۔ جانتی ہو غیبت کتنا بڑا گناہ ہے۔ وہ یہاں پر تمہاری باتیں سن رہی ہے کیا جسے تم اتنا سنا رہی ہو۔"

دادی جان نے اسے آڑے ہاتھوں لیا۔

"پر دادی جان میں کون سا جھوٹ بول رہی ہوں۔ جو برائیاں اس میں ہیں ان کا ہی ذکر کر رہی ہوں بس۔"

اس کے منہ بسور کر کہنے پر وہ نفی میں سر ہلا گئیں۔

"آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے بھائی کے اس عیب کا ذکر نہ کرو جسے وہ ناپسند کرتا ہو۔ پوچھا گیا کہ آپ ﷺ کا کیا خیال ہے اگر وہ عیب واقعی میرے بھائی میں موجود ہو جس کا میں ذکر کروں آپ ﷺ نے فرمایا جو عیب اس میں موجود ہو اور تم کہو تو یہی تو غیبت ہے جب کہ اگر وہ عیب اس میں موجود ہی نہ ہو اور تم کہو تو یہ بہتان ہے۔ (صحیح مسلم)"

لائبہ اور مسکان سانس روکے ان کی باتیں سن رہی تھیں۔

"یاد رکھو بچے سب نے اپنی اپنی قبر میں جانا ہے مرنے کے بعد۔ دوسروں کے عیبوں کی تشہیر کر کے اپنے برے اعمال میں اضافہ کرنے سے بہتر ہے کے ہم اپنی زبان کی ڈائیٹنگ پر توجہ دیں۔ ہم جب کس سے پیار کرتے ہیں تو ہم کسی اور کے منہ سے اس کی برائی برداشت نہیں کر سکتے۔ اور اللہ نے تو ساری مخلوق کو پیدا کیا ہے۔ پھر اسے کیسے اچھا لگ سکتا ہے کہ اسی کے بندے ہی اس کے بندوں کی برائی کریں ان کی پیٹھ کے پیچھے۔ اور تم جانتی ہو کہ غیبت کرنے کی کیا سزا ہے؟"

ان کے پوچھنے پر وہ نفی میں سر ہلا گئی۔

"حدیث مبارکہ ﷺ ہے کہ جب مجھے معراج کے لئے لے جایا گیا تو مجھے ایسے لوگوں کے پاس لے جایا گیا جن کے ناخن تانبے کے تھے جن سے وہ اپنے چہروں اور

سینوں کو نوچ رہے تھے۔ میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ جبرائیل نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے تھے (غیبت کرتے تھے) اور ان کی عزت سے کھیلتے تھے۔ (سنن ابی داؤد"

ان کی بات سن کر دونوں نے جھرجھری لی۔ مسکان اپنی جگہ سے اٹھ کر جلدی سے دادی جان کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔

"دادی جان غیبت کا کفارہ کیا ہے۔"

وہ دادی جان کا ہاتھ تھامتی آنکھوں میں خوف لئے مستفسر تھی۔

غیبت کا کفارہ یہ ہے کہ جس کی تم نے غیبت کی ہے اس کے لئے مغفرت طلب" کرو (کنزالاعمال)۔ میری بچی اللہ سے توبہ کرو اور آئندہ اس چیز سے اجتناب کرو۔"

ان کے کہنے پر وہ سر ہلا گئی اور ان کی گود میں ہی سر رکھ کر لیٹ گئی جب کہ دادی جان مسکراتے ہوئی اس کی پیشانی پر بوسہ دے کر اس کے بالوں میں انگلیاں چلانے لگیں۔وہ سکون محسوس کرتی آنکھیں بند کر گئی۔

"کیا! تم نے کیا کہا ذرا پھر سے کہنا۔"

مسکان اس کی بات سنتی چیخ پڑی تھی۔لائبہ نے آگے ہوتے جلدی سے اس کے منہ پر اپنا ہاتھ جما دیا۔

"اف اپنے اس سپیکر کا والیم تو کم رکھو۔کسی نے سن لیا تو میں تو بھری جوانی میں ہی اس دارِ فانی سے کوچ کر جاؤں گی۔"

اس کے بولنے پر مسکان نے اپنے منہ سے اس کا ہاتھ ہٹاتے پاس پڑا کشن اٹھا کر لائبہ کو مارنا شروع کر دیا جب کہ وہ ارے ارے ہی کرتی رہ گئی۔

"میسنی عورت کتنی گھنی ہو تم آنکھیں بھی لڑا لیں بہانے بہانے سے ملاقاتیں بھی کر لی اور تو اور اظہار محبت بھی ہو گیا اور مجھے ہوا تک نہ لگنے دی۔ تم ایسا کرو بہن نکاح کروا کر ایک دفعہ ہی بتا دینا۔ یہ بار بار زبان کو زحمت دینے کا تردد کیوں کرنا۔"
وہ کشن سائیڈ پر پھینک کر پیچھے ہو کر بیٹھ گئی اور اس پر طنز کے تیر برسانے لگی۔ اسے لائبہ نے اب بتایا تھا شاہین کے متعلق اور اب مشورہ مانگ رہی تھی کہ اسے کیا کرنا چاہیے۔ اس کے غصہ ہونے پر لائبہ اس کے قریب آ کر اس کا گال چوم کر اس کے گلے میں جھول گئی۔

"اچھا نا میری پیاری بہن معاف کر دو غلطی ہو گئی جو بتایا نہیں تمہیں پر مجھے نہیں پتا تھا کہ وہ بھی مجھے پسند کرتا ہے اور اتنی جلدی اظہار بھی کر دے گا۔ پلیز تم تو سمجھو نا۔"

اس کے بے چارگی سے کہنے پر بالآخر مسکان کو اس پر ترس آ ہی گیا۔

"چلو پیچھے ہٹو موٹی اب کیا یاد کرو گی۔ معاف کیا تمہیں۔"

وہ اس پر احسان عظیم کرتی ہوئی بولی تو لائبہ نے شکر ادا کیا کہ زیادہ پاپڑ نہیں بیلنے پڑے۔

اچھا بتاؤ نا اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ کل رات کو وہ چھت پر جواب لینے آئے گا۔"
لائبہ کی سنجیدگی دیکھ کر مسکان بھی سنجیدہ ہوئی کیوں کہ یہ واقعی ایک سیریس معملہ تھا۔

دیکھو لائبہ مجھے لگتا ہے کہ تمہیں اس لڑکے کو موقع دینا چاہیے کیوں کہ اس نے آج کل کے لڑکوں کی طرح دوستی کا نہیں کہا۔ آج کل لڑکے محبت کے نام پر معصوم

لڑکیوں کو بدنامی کے جال میں پھنسا لیتے ہیں۔ رات دیر تک ایک نا محرم سے گفتگو کرنا، گھر میں جھوٹ بول کر باہر ملاقاتیں کرنا یہ کون سی محبت ہے؟ محبت تو عزت کا دوسرا نام ہے۔ جو آپ سے محبت کرتا ہے اس کی سب سے پہلی خواہش ہی یہی ہوتی ہے کہ آپ کو اپنا محرم بنائیں۔ وہ آپ کو اپنی عزت سمجھتے ہیں اور کوئی خود کی عزت پر آنچ آنے دیتا ہے کیا؟ کبھی بھی نہیں! اس نے سیدھا رشتہ بھیجنے کی بات کی ہے اگر تو سے محبت کرتا ہے۔ تم اسے کہہ دو کہ اگر واقعی تمہیں چاہتا ہے تو s پھر وہ واقعی تم "رشتہ بھیجے پر اس سب میں تمہارا نام نہیں آنا چاہیے۔ ٹھیک ہے نہ؟

اس کے پوچھنے پر لائبہ اثبات میں سر ہلا کر اس کے گلے لگتی اسے خود میں بھینچ گئی۔

"تم سچ میں میری بہت اچھی بہن ہو۔"

اس کی بات پر مسکان مسکرا دی۔

اچھا اب زیادہ سینٹی ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ پیچھے ہو جاؤ موٹی میرا سانس بند" ہو جاگا۔"

اس کے کہنے پر لائبہ نے خونخوار نظروں سے اس کی طرف دیکھا جس نے اس کے اچھے خاصے جسم کو موٹا کہہ کر ہی سکون لینا ہوتا تھا۔

"دفع مرو ذلیل عورت عزت کے لائق ہی نہیں مت۔"

وہ اس کے کندھے پر تھپڑ مارتی وہاں سے اٹھ کر کمرے سے باہر نکل گئی جب کہ اس کے جانے کے بعد عمیر اور اس چڑیل کا سوچتے مسکان کے چہرے پر پھر سے پریشانی کے تاثرات ابھرے کہ نا جانے اب کیا ہو گا!

وہ دونوں لاؤنج میں بیٹھی پڑھ رہی تھیں جب نینا سیڑھیاں اترتی ہوئی وہاں آئی۔ دادی جان سو رہی تھیں جب کہ شازیہ اور آمنہ بیگم کچن میں تھیں۔ وہ ان دونوں کو ایک نظر دیکھتی کچن کی طرف بڑھ گئی۔ سادہ سیاہ لباس زیب تن کیے دوپٹہ سر پر اوڑھے اور بیگ کندھے پر لٹکائے ستا ہوا چہرہ لئے وہ کہیں جانے کو تیار کھڑی تھی۔

امی میں سارہ کی طرف جا رہی ہوں کچھ نوٹس لینے ہیں ورڈ سکسس بھی کرنا ہے۔ کچھ "
" دیر تک آ جاؤں گی۔

وہ نظریں جھکا کر سپاٹ تاثرات لئے بولتی انہیں پریشان کر گئی۔

"پر بیٹا ابھی تو تمہاری طبیت بھی نہیں ٹھیک ہوئی اور اکیلی کیسے جاؤ گی۔"

آمنہ بیگم اس کی پیشانی چھو کر بخار کی تپش چیک کرتی فکر مندی سے بولیں۔

امی میں ٹھیک ہوں اب بہت ضروری کام ہے جس کے لئے میرا جانا ضروری ہے "

"آپ بس دعا کر دیجئے گا کہ کامیاب لوٹوں۔

وہ آنکھیں بند کر کے خود پر ضبط کرتی اس کو گلے سے لگا کر پیچھے ہٹتی تیزی سے وہاں سے نکل آئی۔

اس کا دل بے تحاشہ دھڑک رہا تھا اس کا دماغ کہہ رہا تھا کہ واپس بھاگ جاؤ گھر پر وہ ضبط کرتی آٹو میں بیٹھ کر اپنی مطلوبہ منزل کی طرف روانہ ہو گئی۔ ان چند دنوں میں اس کی زندگی کیا سے کیا ہو گئی تھی۔ اس نے تو کبھی خواب میں بھی نہ سوچا تھا کہ اس کی زندگی ایسا پلٹا کھا گی۔ پر وہ پگلی کیا جانتی تھی کہ عزت بچانے کی خاطر عزت کو ہی داؤ پر لگا کر گھر سے باہر قدم رکھ چکی تھی۔ وہ سوچوں کے گرداب میں پھنسی ہوئی تھی جب ڈرائیور کی آواز اسے ہوش میں واپس لے آئی

وہ آنکھ سے بہنے والا بے رنگ مائع صاف کرتی آٹو سے اتر گئی۔ وہ لڑکھڑاتے قدموں اور کانپتے ہوئے وجود کے ساتھ آگے بڑھتی گئی۔ وہ ہوٹل میں داخل ہوئی اور مطلوبہ شخص کی تلاش میں نظریں آس پاس دوڑانے لگی جب وہ شخص خود ہی چلتا اس کے پاس آگیا۔ اس کے پاس آتے ہی نینا کے چہرے پر خوف اور ناپسندیدگی کی لہریں چھا گئیں۔ وہ اسے دیکھ کر کمینگی سے مسکراتا اس کا بازو جکڑ کر اسے اپنے ساتھ گھسیٹنے لگا۔ وہ خود کو اس کی وحشیانا گرفت سے آزاد کروانے کے لئے مچلنے لگی پر ایسا کرنے میں کامیاب نہ ہو سکی۔ بے بسی سے آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو بہنا شروع ہو چکے تھے۔ وہ اسے اپنے ساتھ گھسیٹتا اوپر لے گیا اور ایک کمرے کے سامنے رک گیا۔ اسے کمرے کا لاک کھولتے دیکھ کر نینا کا رنگ فق ہوا۔ اس نے صرف اسے ہوٹل میں ۔ آنے کا کہا تھا پر اب اسے کمرے میں کیوں لے کر جا رہا تھا

اس سے پہلے کہ وہ اس کی گرفت سے نکل کر وہاں سے بھاگتی وہ اسے کھینچ کر کمرے میں کرتا دروازہ بند کر گیا۔

چھوڑو مجھے گھٹیا انسان۔ تم نے دھوکہ کیا ہے میرے ساتھ۔ تم نے بس بات کرنے کے لئے بلایا تھا مجھے۔ خدا غرق کرے تمہیں۔ اس کا عذاب نازل ہو تم پر۔"
وہ روتی چیختی نڈھال ہو رہی تھی پر اس کی فریاد سننے والا انسان نہیں کوئی وحشی تھا۔

نہ نہ نہ۔ رونا نہیں۔ تم جانتی ہو کیا کہ میں تمہاری ان حسین آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتا۔ پیار کرتا ہوں تم سے۔ اور یہ بات بہت پیار سے سمجھا رہا ہوں کافی دن سے پر تم ماننے کو تیار نہیں۔ ابھی بھی وقت ہے مان لو میری بات۔ زندگی بھر میرے دل پر ملکہ کی طرح راج کرو گی۔"

اس کہ کہنے پر وہ اس کے منہ پر تھوک گئی۔

"گھٹیا انسان نام بھی مت لو محبت کا۔ یہ محبت نہیں حوس ہے تمہاری جسے پیار کی چادر میں چھپانے کی ناکام کوشش میں ہو تم۔ تمھارے ساتھ زندگی گزارنے پر میں موت کو ترجیح دوں گی۔"

اس کے تھوکنے پر اس کا چہرہ اہانت سے سرخ پڑ گیا۔

"تیرے کو عزت راس نہیں ناتو اب خود کو مجھ سے بچا کر دکھا۔"

وہ تیش میں آتا اسے بیڈ پر دھکا دے گیا۔وہ چیختی کسی کو مدد کے لئے بلانے لگی پر کوئی ہوتا تو آتا نا!

وہ ابھی سو کر اٹھا تھا۔ وجہ کانوں میں مسلسل پڑنے والی آوازیں تھی۔ وہ جانتا تھا کہ یہ آوازیں کس کی اور کیوں ہیں۔ اس نے چہرے پر بیزار تاثرات سجائے بستر چھوڑا اور فریش ہونے کے لئے باتھ روم کا رخ کیا۔ فریش ہونے کے بعد اس نے نیچے کا رخ کیا جہاں بحث جوں کی توں جاری تھی۔ اس کے نیچے آنے پر حیا نے بے بسی سے اسے دیکھا۔ اس نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اسے تسلی دی اور خود آگے بڑھا جہاں اس کی مورے اور خانم جان روبرو کھڑی تھیں۔ ایک کا چہرہ ضبط سے سرخ پڑ رہا تھا تو دوسری کا تپش سے۔

حیا اور شاہین نے جب سے آنکھ کھولی تھی ہمیشہ اپنی ماں اور دادی کے درمیان چھتیس کا آکڑا ہی دیکھا تھا۔ اور وہ اپنی ماں کے صبر کو سلام کرتے تھے جنھوں نے ایسی تیکھی اور ہٹلر ساس کے ساتھ زندگی گزار دی۔ ساس کو اپنی شاکر، صابر اور ہر فن مولا بہو

سے ہمیشہ بیر ہی رہا جس کی وجہ یہ تھی کہ بیٹے نے ان کی مرضی کو ٹھکرا کر اپنی پسند کی لڑکی سے شادی کی تھی۔ اور یہ ایسا بیر تھا جو ان کی بہو آج تک ختم نہ کر سکی بلکہ ساس کو راضی کرنے کی ہر ممکن کوشش کی پر ان کی کوئی بھی کوشش کامیاب نہ ٹھہری۔

انہوں نے ہمیشہ ساس کی ہر زیادتی برداشت کی۔ صبر کر کے منہ سی لیا پر اب بات اولاد کی آگئی تھی تو کیسے اپنی اولاد کے ساتھ زیادتی برداشت کرتیں۔

"کیا ہوا مورے؟ کوئی پریشانی ہے کیا؟"

اس نے ماں کے پاس جاتے ان کے کندھے کے گرد بازو پھیلا کر ان کے سرخ چہرے کو دیکھ کر نرمی سے پوچھا۔

"تمہارا اماں کو پریشانی ہو یا اس کا دل جلے پر ام بتا رہا ہے کہ امارا بیٹی کے یہاں آنے پر اگر اس کو کوئی تکلیف ہوا تو ام یہاں ایک پل کے لئے بھی نہیں رکے گا اور پشاور

واپس چلا جا گا۔ ام بتا رہا ہے کہ ام اپنی پلوشہ کی شادی شاہین خانا سے کرے گا بس
"اور یہ امارا آخری فیصلہ ہے۔

ان کی بات پر شاہین کو چار سو چالیس کیا ہزار روالٹ کا جھٹکا لگا تھا۔ آنکھوں میں موجود ہلکی پھلکی نیند بھی اب کے بھک سے اڑی تھی۔ آنکھوں کے پردوں پر لائبہ کا معصوم چہرہ لہرایا اور پھر پلوشہ کا بھاری سراپا گھوما۔ اس نے فوراً سر جھٹکا۔

ام بھی دیکھتا ہے کہ کیسے اس مکار عورت کا مکار اور چالاک بیٹی امارے بیٹے کی زندگی" میں آتا ہے۔ ام نے ساری زندگی آپ کا ظلم برداشت کرتے گزار دی پر ام اپنی "اولاد پر کوئی ظلم نہیں ہونے دے گا اب اور ہر کسی کے سامنے ڈٹ جا گا۔

۔ امینہ بیگم تیش میں آکر کہتی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئیں

حیااور شاہین ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔انہوں نے اپنی ٹھنڈے مزاج والی ماں کو اتنے غصے میں آج پہلی دفعہ ہی دیکھا تھا۔اس نے ایک نظر غصے سے کچھ بڑبڑاتی خانم جان کی طرف دیکھا اور اپنی مورے کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔حیا بھی اس کی تقلید میں قدم اٹھاتی وہاں سے نکل آئی۔

وہ کمرے میں آیاتو سامنے ہی اس کی مورے بیڈ پر بیٹھی اپنا غصہ ضبط کر رہی تھی۔وہ دھیرے سے چلتا جا کر ان کے قدموں میں بیٹھ گیاتو وہ اسے دیکھ کر مسکراتی اس کے بالوں میں انگلیاں چلانے لگیں۔

"مورے مجھے آپ کو کچھ بتانا ہے۔"

اس کے کہنے پر انہوں نے آنکھوں سے اسے بات جاری رکھنے کا اشارہ کیا۔

"مورے میں لائبہ کو پسند کرتا ہوں اور اسے اپنے نکاح میں لینا چاہتا ہوں۔ آپ جتنی جلدی ہوسکے داجان سے بات کریں اور پھپھو کے آنے سے پہلے لائبہ کی طرف رشتہ لے کر جائیں میرا۔"

اس کی بات سنتے امینہ بیگم کے چہرے پر ایک جاندار مسکراہٹ آگئی۔وہ بے ساختہ اس کی پیشانی پر لب رکھ گئیں۔

"میرا بچا تم فکر ہی نہ کرو۔ام تمہارا شادی لائبہ سے ہی کرواگا۔وہ بچی ام کو بھی بہت پسند ہے۔اس چالاک پلوشہ کو ہم اپنا بہو بلکل بھی نہیں بنا گا۔ام آج ہی تمہارے داجان سے بات کرتا ہے۔"

ان کی بات سنتے شاہین نے سکون بھرا سانس لیا اور مسکراتے ہوئے پھر سے ان کی گھٹنے پر سر ٹکا گیا۔

وہ چیختی چلاتی کس کو مدد کے لئے بلا رہی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ اس پر قابض ہوتا دروازہ دھڑام سے کھلا اور وہاں سے نمودار ہوتے چہرے کو دیکھتی وہ چھلانگ لگا کر اٹھتی خود کو اس کی گرفت سے چھڑواتی دروازے سے اندر داخل ہوتے شارق کی جانب بھاگی اور اس کے قریب پہنچ کر اس کے ساتھ لگ کر مزید رونے لگی۔ شارق کی آنکھیں سرخ ہوتی لہو چھلکا رہی تھیں۔ اس نے اپنے ساتھ لگی نینا کو بازو سے پکڑ کر الگ کیا اور نیچے زمین پر پڑا دوپٹہ اٹھا کر اسے اوڑھا دیا۔ وہ تیش کے عالم میں سامنے کھڑے لڑکے کی طرف بڑھا اور اس کے منہ پر پوری شدت سے مکا مارا۔ اس کے بعد اسکا ہاتھ نہیں رکا۔ وہ کچھ دیکھے سوچے بغیر پے در پے اسے لاتوں اور مکوں سے لہو لہان کر گیا جب کے ایک سائیڈ پر کھڑی نینا دونوں ہاتھ سختی سے اپنے منہ پر جمائے اپنی چیخوں کا گلا گھونٹتی سسک رہی تھی۔ ہوٹل کی سیکورٹی نے وہاں آکر بہت مشکل

سے انہیں چھڑوایا۔ شارق نے انھیں خبردار کیا کہ اسے ابھی پولیس کے حوالے کیا جا۔

ان کے جانے کے بعد وہ اس کی طرف بڑھ کر اسے کندھوں سے تھامتا جھنجھوڑ گیا۔

نینا تم یہاں خود اپنی مرضی سے آئی ہو میں نے خود دیکھا تمہیں یہاں آتے ہوئے۔"

" !کیوں کیا تم نے ایسا ڈیم اٹ

اس کے یوں چلانے پر اس کی سسسکیاں بلند ہو گئیں۔ اسے یوں سسکتے دیکھ کر وہ پیچھے ہوتا خود پر ضبط کرنے لگا۔ دماغ تھوڑا ٹھنڈا ہونے پر وہ اس کی کلائی تھام کر اسے بیڈ پر بٹھا گیا اور پاس پڑی کرسی کھینچ کر خود اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

"مجھے شروع سے لے کر آخر تک سب بتاؤ اب۔ اور میں بلکل سچ سننا چاہتا ہوں۔"

اس کے کہنے پر وہ آنکھیں پونچھتی خود کو حقیقت بتانے کے لئے تیار کرنے لگی۔

میری کالج کی بہت اچھی دوست تھی مفرہ۔ میرا اس سے ٹیلیفونک کنٹیکٹ بھی تھا۔" ہم ایک دوسرے سے اپنی تصویریں بھی شیئر کرلیتی تھی۔ مفرہ کا بھائی مجھے تنگ کرنا شروع ہو گیا۔ وہ کہتا تھا کہ مجھے پسند کرتا ہے۔ اس نے مجھے پرپوز کیا پر میں نے صاف "انکار کر دیا۔ مفرہ نے میری تصویریں اس کو دے دیں۔ اس نے۔۔۔ اس نے۔۔

وہ بات کو ادھورا چھوڑ کر ہاتھوں میں منہ چھپا کر بلکنے لگی۔ شارق کا چہرہ غصے اور ضبط سے سرخ پڑ گیا تھا۔ وہ دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں سختی سے بھینچے خود پر ضبط کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"بات جاری رکھو نینا"

اس کے سرد لہجے میں کہنے پر وہ اپنے آنسوؤں پر قابو پاتی خود کو بات مکمل کرنے کے لئے تیار کرنے لگی۔

اس نے میری تصویروں کو بہت بری طرح ایڈٹ کیا اور مجھے بلیک میل کرنے لگا " کہ میں اس سے شادی کے لئے ہاں کہہ دوں۔ اللہ کی قسم شارق بھائی وہ تصویریں میری نہیں ہیں میرا چہرہ استعمال کیا گیا ہے بس۔"

وہ اس کا سر تھپتھپانے لگا۔

"مجھے پورا یقین ہے تم پر۔"

اس کی یقین دہانی پر وہ اپنی بات پھر سے جاری کر گئی۔

میں انکار کرتی رہی تو اس نے کہا کہ وہ یہ تصویریں سوشل میڈیا پر اپلوڈ کر دے گا۔" میں اس کی منتیں کرنے لگی کہ ایسا نہ کرے۔ اب اس نے کہا کہ میں ہوٹل میں آکر اس سے ایک دفعہ بات کر لو۔ میں نے حامی بھر لی۔ پر یہاں آکر وہ زبردستی مجھے یہاں لے آیا۔ اب بھی اگر آپ نہ آتے تو۔"

اس سے پہلے کہ وہ اپنی بات مکمل کرتی وہ اسے ٹوک گیا۔

"مجھے آنا ہی تھا کیوں کہ اللہ نے مجھے تمہاری حفاظت کہ لئے بھیجا۔"

وہ اس کی بات پر سر ہلا گئی۔

"دیکھو نینا تمہیں سب سے پہلے اپنے گھر والوں پر اعتبار کرنا چاہیے تھا۔ تم نے سوچ بھی کیسے لیا کہ ہم تم پر اعتبار نہ کرتے۔ ہم سب تم سے بہت محبت کرتے ہیں نینا! تم

ہمارے گھر کا سب سے چھوٹا بچا ہو۔ چھوٹے بچے سے تو سب کو پیار سے بہت زیادہ ہوتا ہے۔ تم نے غلط یہ کیا کہ اپنوں سے محبت تو کی پر اپنوں پر اور اپنوں کی محبت پر اعتبار نہ کیا۔ میں تو تمہارا بیسٹ بڑی ہوں نا! کسی اور کو نہیں تو مجھے ہی اپنا ہم راز بنا لیتی۔ محبت کی پہلی سیڑھی ہی اعتبار ہوتی ہے۔ یہ کیسی محبت ہے جس میں اعتبار کا کوئی عمل دخل ہی نہیں۔ ہر انسان ہی احتیاط کے لائق نہیں ہوتا بلکہ کچھ انسان اعتبار کے لائق بھی ہوتے ہیں۔ اپنے دل کی آنکھیں کھول کر تو دیکھتی۔ اعتبار کی ڈور تھما کر تو دیکھتی۔ میں تمہیں کبھی بھی مایوس نا ہونے دیتا۔ اگر میں نہ آتا آج تو تم بہت بڑی مصیبت میں پڑ جاتی۔ لڑکیوں کی عزت بہت نازک ہوتی ہے۔ کسی شفاف چمکدار آئینے کی طرح! اگر شیشے میں دراڑ آ جا تو دنیا جہاں کی کوئی چیز بھی اسے نہیں جوڑ سکتی۔ اگر وقتی طور پر جڑ بھی جا تو اس کے ٹوٹنے نشان لاکھ تراش خراش کے بعد بھی نہیں جاتے۔ اور دوسری بات آج کل گھر والوں کے علاوہ کوئی بھی اعتبار کے لائق نہیں۔ آج کل ہم نہیں جانتے کہ دوست کون ہے اور دشمن کون۔ یہاں تو آستین سے سانپ نکل آتے ہیں۔ آپ کسی پر کیسے اتنا بھروسہ کر سکتے ہیں کہ اپنی تصویریں

ہے دے دیں۔ ٹھیک ہے دوستوں کو دکھاؤ اپنی تصویریں پر صرف اپنے موبائل کی حد تک۔ اپنی تصویر کسی کو بھیجنے والی احمقانہ حرکت کبھی بھول کر بھی نہ کرو۔ جس دوست کی دوستی بھلی ہوتی ہے اس دوست کی دشمنی اس سے بھی زیادہ خطرناک ہوتی ہے۔ جس دوست کے پاس آپ کے راز جمع ہوتے ہیں وہ دشمنی میں آپ کو ان ہی رازوں سے رسوا اور برباد کر سکتا ہے۔ پانچوں انگلیاں ایک جیسی نہیں ہوتیں پر کسی کے اندر کی حقیقت ہم نہیں جانتے کہ کہن کیا ہے۔۔ ہم رسک نہیں لے سکتے۔ اپنی عزت پر تو بلکل بھی نہیں۔"

وہ اس کی باتوں سے سو فیصد متفق ہوتی اپنی بیوقوفی پر خود کو کوس رہی تھی۔ اس نے کیوں نہ ان پہلوؤں پر غور کیا۔

اٹھو اور باتھ روم میں جا کر منہ دھو کر اپنا حلیہ درست کرو۔ گھر میں کسی کو بھنک بھی نہیں پڑنی چاہیے اس بات کی۔ اور پریشان کیا ہو اس لڑکے سے میں اب بہت اچھے

طریقے سے نمٹ لوں گا۔ گھر پر یہی کہنا کہ تم نے مجھے کال کی اور میں تمہیں لینے آ گیا۔ اٹھو اب شاباش۔"

اس کے کہنے پر وہ سر ہلاتی اٹھی۔ تھوڑا آگے جا کر وہ رک گئی اور پلٹ کر شارق کو دیکھنے لگی۔ وہ بھی اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ اس کے دیکھنے پر مسکرا دیا۔

"تھینکس شارق بھائی۔ آپ سچ میں بہت اچھے ہیں۔ میں آپ کا یہ احسان کبھی نہیں چکا سکوں گی۔"

وہ نم آنکھوں اور بھرائی آواز میں بولتی نظریں جھکا گئی تو شارق اسے گھور کر رہ گیا۔ اپنی بات مکمل کرتی وہ باتھ روم میں گھس کر دروازہ بند کر گئی تو وہ اپنے بالوں میں انگلیاں پھیرتا خود کی پر سکون کرنے لگا.

"!کمرے میں آؤ فوراً"

وہ انگلش کا ٹیسٹ تیار کرنے میں مصروف تھی جب موبائل پر آنے والے پیغام نے اسے اپنی طرف متوجہ کیا۔ عمیر کا یہ میسج پڑھتے وہ حیرت سے دوچار ہوئی۔ بھلا رات کے دس بجے اسے کیا کام پڑ گیا مسکان سے۔

'کیوں؟"

جوابی میسج کر کے وہ اس کا جواب آنے کا انتظار کرنے لگی۔

"زیادہ سوال مت کیا کرو۔ جتنا کہا ہے اتنا کرو۔"

اس کا جواب پڑھتے وہ جل بھن گئی۔ سائیڈ پر رکھا دوپٹہ اٹھا کر کندھے پر ڈالا اور موبائل وہیں چھوڑتے اس کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ پچھلے دنوں سے وہ چڑیل مشال عمیر کے ارد گرد ہی پائی جا رہی تھی اور وہ کھڑوس بھی ہنس ہنس کر اس سے باتیں کرتا اس کا دل جلا رہا تھا۔ مسکان یہ سب دیکھتی صبر کے گھونٹ بھر کر رہ جاتی۔ وہ حسب عادت دروازہ کھٹکھٹائے بغیر اس کے کمرے میں داخل ہو گئی جہاں وہ بیڈ پر بیٹھا سامنے رکھے لیپ ٹاپ پر کام کرنے میں مصروف تھا۔ اس کے کمرے میں داخل ہونے پر اس نے لیپٹاپ سے نظریں ہٹا کر اس کی طرف دیکھا اور اس کے بیزار تاثرات دیکھ کر سر جھکا تا اپنی مسکراہٹ چھپا گیا۔

وہ آکر اس کی پاس کھڑی ہو گئی۔ نظریں جھکی ہوئی تھیں اور ہر وقت قینچی کی طرح چلنے والی زبان پر فلحال تالا لگا ہوا تھا۔

"تمہیں میں نے شام سے ٹیسٹ یاد کرنے کا کہا ہوا ہے اب تک یاد نہیں کر سکی تم۔"

اس کے پوچھنے پر بھی اس نے نظریں نہ اٹھائیں۔

"جی کر لیا یاد میں آپ کو لکھ کر دکھا دیتی ہوں۔"

اس کی بات پر وہ حیرت سے اسے تکنے لگا۔

"کیا واقعی سارا ٹیسٹ کر لیا تم نے یاد؟"

اس کے حیرت سے پوچھنے پر مسکان نے سر اثبات میں ہلایا اور واپس اپنے کمرے میں چلی گئی۔اس کی واپسی دو منٹ بعد ہی ہوئی تھی اور ہاتھ میں رجسٹر کتاب اور ایک بال

پوائنٹ موجود تھی۔ کتاب اس کے آگے رکھ کر وہ صوفے کی طرف بڑھنے لگی جب وہ آواز دے کر اسے روک گیا۔

وہاں نہیں یہاں میرے پاس ہی بیٹھو تاکہ میں ساتھ ساتھ چیک کر سکوں کہ تم کیا" "لکھ رہی ہو۔

اس کے ارشاد کے مطابق وہ بیڈ کی دوسری سائیڈ پر جا کر بیٹھ گئی۔اس کے سوال بتانے پر وہ ان کے جواب لکھنا شروع ہو گئی جب کہ وہ اسے فرصت سے نہارنے میں مصروف۔

گلابی لباس پر دوپٹہ لاپرواہی سے ایک کندھے پر ڈال رکھا تھا۔گھنے سیاہ بال اونچے جوڑے میں بندھے ہوئے تھے جس سے کچھ آوارہ لٹیں نکل کر چہرے پر گرتی اس کے گلابی گالوں کی چھو رہی تھیں۔وہ ایسے لاپرواہ حلیے میں بھی عمیر کے دل کے تار

چھیڑ گئی۔ ابھی وہ اسے تکنے میں گم تھا جب دروازہ نوک کر کے مشال کمرے میں داخل ہوئی۔

اسے دیکھتے ہی مسکان نے ایسا منہ بنایا جیسے کڑوا بادام چبالیا ہو البتہ خاموش ہی رہی۔

"اوہ عمیر! کتنا مس کیا میں نے تمہیں آج۔ اتنی دیر کیوں کر دی آنے میں؟"

وہ عمیر کے ساتھ ہی بیٹھتی اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فکر دکھانے لگی جب کہ اس کی ڈرامہ بازی پر مسکان ضبط کرتی رہ گئی۔

"ہاں بس آج کام کچھ زیادہ تھا اسی لئے دیر ہو گئی۔"

اس کے بتانے پر وہ سر ہلاتی مسکان کی طرف رخ کر گئی۔

"ارے مسکان تم! میں نے دیکھا ہی نہیں تمہیں۔ ایکچولی عمیر کو دیکھنے کے بعد میرا دھیان کہیں اور گیا ہی نہیں۔ خیر تم اس وقت یہاں کیا کر رہی ہو؟"

وہ ایسے ظاہر کرنے لگی جیسے واقعی ہی مسکان کو یہاں نہ دیکھا ہو پہلے جب کہ اس کے آخری سوال پر اس کا پارہ ایک دم ہائی ہوا تھا۔

"مشال آپی یہ سوال آپ کو مجھ سے نہیں بلکہ مجھے آپ سے پوچھنا چاہیے کہ آپ اس وقت یہاں کیا کر رہی ہیں۔ کیا آپ نہیں جانتی کہ رات کہ اس پہر کسی نامحرم کے کمرے میں جانا کتنی غلط حرکت ہے۔ جہاں تک رہی میری یہاں موجودگی کی بات تو میں اس وقت اپنے شوہر کے کمرے میں موجود ہوں نہ کہ ایک نامحرم کے کمرے میں! اور پلیز ایٹ لیسٹ گھر کے مردوں کے سامنے دوپٹہ لے کر آیا کریں۔ سر پر نہ سہی گلے میں ہی سہی۔"

اس کی باتوں پر عمیر آنکھیں کھولے اسے دیکھنے لگا جیسے یقین کرنے میں تامل ہو کہ یہ سب مسکان نے ہی بولا ہے جب کہ سبکی کے احساس سے مشال کا چہرہ سرخ پڑ گیا۔

"تم۔۔۔۔۔"

اس سے پہلے کہ مشال اپنی بات پوری کرتی مسکان ایک جھٹکے سے اپنی جگہ سے اٹھی اور عمیر سے مخاطب ہوئی۔

آپ کی اسپیشل فرینڈ آگئی ہیں اب آپ ان کو کمپنی دیں میں خود ہی لکھ کر چیک کر لوں گی۔"

تیکھے لہجے میں اپنی بات کرتی عمیر کی بات سنے بغیر وہ اس کے آگے سے اپنی کتاب جھپٹ کر اٹھاتی وہاں سے نکل گئی جب کہ دروازہ زور سے بند کیا۔ ٹھا کی آواز پر مشال اپنی جگہ سے اچھل پڑی جب کہ عمیر لب بھینچے اپنا غصہ ضبط کرنے لگا۔

کمرے میں آتے ہی اس نے نے ہاتھ میں پکڑی چیزیں اسٹڈی ٹیبل پر پھینکی اور خود اوندھے منہ بیڈ پر گر کر رونے لگی۔لائبہ جو ابھی شاہین سے بات کر کے چھت سے آئی تھی اس کی حرکت پر بوکھلا گئی اور اٹھ کر تیزی سے اس کے پاس آکر بیٹھی۔

مسکان کیا ہوا میری جان؟اس طرح کیوں رو رہی ہو اور کہاں گئی تھی تم اس وقت "
"پلیز کچھ تو بتاؤ۔

وہ زبردستی اس کا رخ موڑنے لگی۔وہ اٹھ کر اس کے گلے لگتی بلک بلک کر رونے لگی۔
اسے یوں روتے دیکھ کر لائبہ کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔

"لائبہ کچھ بھی نہیں بچا سب ختم ہو گیا۔"

اس کی بات پر لائبہ نے دہل کر اس کی طرف دیکھا۔

کیا اول فول بک رہی ہو؟ سیدھی طرح بتاؤ کیا ہوا ہے ورنہ میر اسانس بند ہو جا گا"

"آج۔

لائبہ نے اسے کندھوں سے پکڑ کر زبردستی خود سے دور کیا اور اس کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں پکڑے۔

"اب مجھے بتاؤ سکون سے کہ کیا ہوا ہے۔"

وہ اس کے آنسو پونچھتی ہوئی بولی تو وہ بہت اپنے آنسوؤں پر ضبط کرنے کی کوشش کرنے لگی۔

تم جانتی ہو نا لائبہ میں نے کبھی عمیر سے کوئی شکایت نہیں کی۔ بچپن میں کتنا پیار" کرتے تھے مجھ سے پر اب تو پیار کرنا تو دور کبھی ہنس کر بات بھی نہیں کرتے۔ بس ہر وقت ڈانٹتے رہتے ہیں یا غصہ کرتے رہتے ہیں۔ آج کل تو لڑکیوں کے منگیتر بھی اتنا

پیار کرتے ہیں گفٹس دیتے ہیں رات دیر تک بات کرتے ہیں چاکلیٹس دیتے ہیں اتنے بڑے اور پیارے ٹیڈی بیئرز دیتے ہیں پھول دیتے ہیں پر تمھارے بھائی نے کبھی ایک پتہ بھی نہیں دیا۔ چلو یہ سب بھی نہ کرتے کوئی بات نہیں تھی پر میرے پر سوتن تو نہ لاتے۔"

اس کے یوں معصومیت سے بولنے پر جہاں لائبہ کو اس پر بے پناہ پیار آیا وہیں اس کی بیوقوفانہ باتوں پر وہ سیخ پا ہو گئی۔ پر اس کو روتے دیکھ کر وہ اسے پھر سے اپنے ساتھ لگا گئی۔

"پاگل ایسے کیوں بول رہی ہو اور وہ کب سوتن لا تم پر۔؟"

وہ کہتی سوں سوں کرتی مسکان کے بال سہلانے لگی۔

وہ مشال میری سوتن اور کون! دیکھنا لائبہ تم بہت جلد عمیر اس ٹینڈی سے دوسری" شادی کرلیں گے۔ ابھی میں عمیر کے کمرے میں ٹیسٹ دے رہی تھی ان کو تو وہاں پر آ گئی وہ دوپٹے کے بغیر نائٹ ڈریس میں ہی اور عمیر کے ساتھ جڑ کر بیٹھی تھی جب "کہ عمیر نے بھی اسے کچھ بھی نہیں کہا۔ میں سوتن کیسے برداشت کروں گی لائبہ ؟

اس کی باتوں پر لائبہ کا دل کیا کہ اپنے بال نوچ لے۔ نہ جانے کہاں سے اتنی فضول باتیں اس کے دماغ میں آتی تھیں۔

مسکان یار تم کیوں ایسا فضول سوچ رہی ہو؟ یقین کرو ایسا کچھ بھی نہیں ہو گا۔ بھائی" "ایسے بلکل بھی نہیں اور بہت پیار کرتے ہیں وہ تم سے۔

اس کی بات سنتے ہی مسکان پیچھے ہوتی اس کے ہاتھ جھٹک گئی۔

میں کیسے بھول گئی کہ تم میری دوست بعد میں اور ان کی بہن پہلے ہو۔ تم بھلا کیوں "اپنے بھائی کے خلاف کوئی بات برداشت کرو گی۔"

وہ درشتگی سے کہتی اپنی سائیڈ پر لیٹتی چادر منہ تک تان گئی جب کہ لائبہ اسے بے بسی سے دیکھ کر رہ گئی جو کوئی بات سننے کو تیار نہ تھی اور بدگمان ہوئی تھی۔ وہ اس پر آخری بے بس نگاہ ڈال کر اپنی جگہ پر جا کر لیٹ گئی پر نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔

وہ نک سک سے تیار ہو کر گھر سے جیسے ہی نکلا اس کے عین سامنے ایک ٹیکسی رکی۔ وہ متجسس ہوا کہ کون ہو سکتا ہے پر جیسے ہی اس کی نظر گاڑی سے نکلتی برقہ پوشوں پر پڑی وہ ایک سرد آہ بھر کے رہ گیا۔ ٹوپی برقع پہنے وہ دونوں خواتین اسے دیکھتی جھٹ سے اس کی طرف بڑھی تھیں۔ ایک پورے جوش میں تھی جب کہ دوسری شرمائی

لجائی سی۔ شاہین نے واچ مین کو اشارہ کر کے سامان اندر لے جانے کا بولا۔ ان کا سامان دیکھ کر شاہین کو یوں معلوم ہو رہا جیسے پورا سال یہاں گزارنے آئی ہوں۔ وہ بیزار کھڑا تھا۔ یہ بیزاری اکتاہٹ میں تب بدلی جب اس کی پھوپھی محترمہ نے اسے ساتھ لپٹا کر اس کے بال بگھاڑے۔ وہ ان دونوں کو لئے اندر آ گیا۔

"!گل مینا میرا بچا"

شاہین کی خانم جان اپنی بیٹی کو دیکھتی اس کی طرف بڑھی اور اسے اپنے ساتھ لگاتے پیار کرنے لگیں۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ لگتی جو رونا شروع ہوئیں تو شاہین اور حیا دونوں بوکھلا گئے جب کہ امینہ بیگم جانتی تھی ان کی حرکتوں کو اس لئے چپ چاپ کھڑی ان کا جذباتی ملاپ دیکھ رہی تھی

"خانم جان ام سے نہیں ملے گا آپ؟"

پلوشہ کی آواز سنتے وہ اسے بھی اپنے ساتھ لپٹا چکی تھیں۔جب کہ امینہ بیگم اور حیا سے وہ دونوں سر سری سا ملی تھیں۔

"پلوشہ بچے بچے نقاب ہٹا دو اتنا گرمی سے آیا ہے تم!"

خانم جان کے کہنے پر وہ کچھ فاصلے پر کھڑے واچ مین کی طرف دیکھنے لگی جو منتظر کھڑا تھا کہ اسے جانے کی اجازت ملے تو وہ جاباہر واپس۔

"خانم جان ام کسی نا محرم کو اپنا چہرہ نہیں دکھاتا۔"

اس کی بات پر وہ تو نہال ہی ہو گئیں جب کہ بیچارہ واچ مین خوامخواہ ہی شرمندہ ہو کر رہ گیا اور شاہین کا اشارہ ملتے ہی فوراً وہاں سے چل دیا۔

اس کے جانے کے بعد پلوشہ نے سکون سے چہرے پر گرا پردہ الٹایا اور چہرے پر ایک شرمگیں مسکراہٹ سجائے شاہین کی طرف دیکھا۔ اس کو حرکت دیکھتے حیا اپنی مسکراہٹ ضبط کرنے کی کوشش میں ھلکان ہونے لگی جب کہ شاہین تو اسے دیکھ کر رہ گیا۔ مطلب حد ہے! وہ واچ مین نا محرم تھا محترمہ کے لئے پر شاہین نہیں۔

"مجھے ایک بہت ضروری کام سے جانا ہے شام کو ملاقات ہو گی۔"

وہ سب کو دیکھ کر کہتا اپنی ماں کے سر پر بوسہ تیزی سے وہاں سے نکل گیا جب کہ خانم جان اسے آواز بھی نہ دے سکی۔ وہ ایک نظر امینہ بیگم اور حیا پر ڈال کر سر جھٹکتی دونوں ماں بیٹیوں کو لئے اپنے کمرے کی طرف چل دیں۔

"مورے اب کیا ہو گا؟ خانم جان نے تو اتنی جلدی پھوپھی جان کو بلا بھی لیا۔"

ان کے جانے کے بعد حیا پریشانی سے امینہ بیگم سے مخاطب ہوئی۔

"کچھ نہیں ہوتا میرا بچی میں ہوں نا! اللہ سب خیر کرے گا۔"

اس کے تسلی دینے پر وہ سر ہلا گئی پر جانتی تھی اپنی خانم جان کی ضد کو بھی۔ خیر جو ہو گا دیکھا جا گا!

نور منزل کے تمام افراد سحری کے لئے ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھ چکے تھے۔ وہ سب سحری شروع کر چکے تھے جب مشال آنکھیں ملتی ہوئی وہاں آن وارد ہوئی اور عمیر کے

ساتھ والی کرسی پر ٹک گئی۔ نور بانو بیگم اور ان کی دونوں بہوؤں نے ایک ناگوار نظر اس کے حلیے پر ڈالی جو نائٹ ٹروزر شرٹ میں ملبوس تھی۔ اس نے جمائی روکتے ہاتھ بڑھا کر گلاس میں جوس ڈالا اور دھیرے دھیرے نزاکت سے پینے لگی۔ مسکان کے سنجیدہ تاثرات اسے دیکھنے کے بعد بلکل سپاٹ ہو چکے تھے۔

"!بیٹا صرف جوس سے ہی روزہ رکھو گی کیا؟ کھانا بھی کھاؤ نا"

نور بانو بیگم کے کہنے پر اسے اچھو لگ گیا۔

ایکچولی گرینڈ ماں میں روزہ نہیں رکھتی۔ مجھے جاب پر جانا ہوتا ہے تو اتنی دیر بھوکی"
"پیاسی نہیں رہ سکتی میں۔

وہ جواب دیتی پھر سے گلاس منہ کو لگا چکی تھی۔

بیٹا اگر تم جان لو نا کہ ایسے جان بوجھ کر روزہ چھوڑنے کا کتنا سخت گناہ ہے تو تم کبھی "روزہ نہ چھوڑو۔ تم اپنی نوکری کے لئے اللہ کا فرض کیا گیا ایک اہم رکن چھوڑ رہی ہو۔ دیکھو عروج اور رجوع دو مختلف معانی رکھنے والی بلکل مختلف الفاظ ہیں پر یہ دونوں الفاظ ہی ایک جیسے چار حروف سے مل کر بنے ہیں۔ بس تھوڑی سی ردوبدل کے بعد ہی عروج رجوع میں جب کہ رجوع عروج میں بدل جاتا ہے۔ پس تم جب اپنے رب کی طرح رجوع کروگے تو وہ تمہیں عروج عطاء فرمائے گا. پر اللہ سے منہ موڑ کر آپ کبھی بھی عروج حاصل نہیں کر سکتے۔ روزہ صرف بیماری کی حالت میں معاف ہے پر وہ بھی ہمیں صحت یابی کے بعد رکھنا پڑتا ہے جو ہم سے چُھوٹا ہو۔

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص رمضان کا ایک روزہ بھی بلا عذر شرعی (سفر اور مرض) کے بغیر چھوڑ دے پھر مدت العمر اس کی تلافی کے لئے روزے رکھے تب بھی ایک روزے کی کمی پوری نہ ہو گی۔ (ترمذی، ابو داؤد)

اور میں نے دیکھا ہے کہ تم نمازیں بھی نہیں پڑھتی۔ماشاءاللہ سے بڑی ہو چکی ہو تم کوئی ننھی بچی نہیں ہو جسے نماز کی فضیلت کا علم نہ ہو۔ قرآن پاک میں اللہ جل جلالہ نے بار بار نماز قائم کرنے کی تاکید کی ہے۔قیامت کے دن جن اعمال کا حساب ہو گا ان میں اول نمبر نماز کا ہے۔ فجر خوبصورتی کو بڑھاتی ہے اور فجر ادا کرنے سے پورا دن اللہ کی رحمت کے حصار میں گزرتا ہے۔ظہر انسان کی آمدنی میں اضافہ کرتی ہے۔اللہ اپنے ان بندوں پر رزق کے تمام در وا کر دیتا ہے جو ظہر کی نماز ادا کرتے ہیں۔رزق میں کشادگی پیدا ہوتی ہے۔ عصر کی نماز انسان کو تندرستی عطاء کرتی ہے۔ جو انسان عصر کی نماز ادا کرتا ہے اللہ اسے صحت و تندرستی عطاء فرماتا ہے۔اسے کامل شفا بخشتا ہے۔جو انسان مغرب کی نماز ادا کرتا ہے اللہ اسے ہر مشکل اور پریشانی سے نجات عطاء فرماتا ہے۔ مصیبتیں اس کے پاس بھی نہیں بھٹکتیں۔ذہنی سکون میسر آتا ہے اور جو انسان عشاء کی نماز ادا کرتا ہے وہ سکون بھری نیند لیتا ہے۔شیطانی خیالات اور وسوسے اس سے کوسوں دور بھاگتے ہیں۔انسان اللہ کی رحمت کے حصار میں رات گزارتا ہے۔اس لئے نماز قائم کیا کرو میری بچی۔"

مشال ان کے لیکچر سے بور ہوتی مصنوعی مسکراہٹ چہرے پر سجا کر سر ہلانے لگی۔

اس کا دھیان مسلسل عمیر پر تھا جب کہ عمیر کا مسکان پر! اس کی نظریں بھٹک کر اس کے صبیح چہرے پر جا رہی تھیں جو ناراضگی میں منہ پھلا کر بیٹھی ایک کیوٹ سی بچی لگ رہی تھی۔ مشال کی نظروں کی تپش سے عمیر نے بس پل بھر کو اس کی طرف دیکھا پر اسی پل بھر میں ہی مسکان کی نظر عمیر کی طرف اٹھی تھی پر اس کی نظریں مشال کے چہرے پر محسوس کرتی وہ لب بھینچ کر اپنا چہرہ موڑ گئی۔ ان دونوں کو دیکھتے لائبہ اور شارق نے پریشان نظروں کا تبادلہ کیا۔ نہ جانے یہ اونٹ کس کروٹ بیٹھتا اب!

نینا آج دو دن کے بعد کالج جارہی رہی۔ وہ بیگ لیتی لاؤنج سے گزرنے لگی جب شارق نے اسے پکارا۔

مینا آج کالج میں چھوڑ کر آؤں گا تمہیں۔ تم گاڑی میں بیٹھ کر بس دو منٹ ویٹ کرو" "میں اوپر کمرے سے اپنا بیگ لے آؤں بس۔

اس کے کہنے پر وہ سر ہلا کر اس کی گاڑی کی طرف بڑھ گئی۔ وہ گاڑی میں بیٹھتی اپنی سوچوں میں گم ہو چکی تھی۔ دروازہ بند ہونے کی آواز پر وہ حقیقی دنیا میں واپس لوٹی جہاں وہ بیگ پچھلی سیٹ پر رکھتا گاڑی سٹارٹ کر چکا تھا۔

"پریشان ہو؟"

اس کے پوچھنے پر وہ نفی میں سر ہلا گئی۔

"گڈ! میرے ہوتے ہوئے پریشان ہونے کی ضرورت بھی نہیں ہے میری مینا کو۔"

وہ پھر بھی چپ ہی رہی۔

"تم سے ایک مدد چاہیے تھی۔ کیا تم ایک کام میں میری مدد کرو گی پلیز؟"

اس کی بات پر وہ سوالیہ نظروں سے اس کی جانب دیکھنے لگی۔ بھلا وہ کیسے اس کی مدد کر سکتی تھی۔ ایسا بھی کیا کام تھا جس کے لئے شارق کو اس کی مدد درکار تھی۔

"ایکچولی میری ایک چھوٹی سی پیاری سی مینا تھی جو کہ میری سب سے اچھی دوست بھی تھی۔ ہر وقت شور مچاتی پورے گھر میں اڑتی پھرتی میری مینا کہیں کھو گئی ہے۔ جہاں ہر وقت شور اور کھلکھلاہٹیں ہوتی تھیں اب وہاں گہرا سناٹا ہے۔ میں بہت مس کرتا ہوں اپنی بیسٹ فرینڈ کو۔ کیا تم اسے ڈھونڈنے میں میری مدد کرو گی؟"

اس کے لہجے میں چھپی اداسی محسوس کرتی وہ اپنے ہونٹوں کو کھینچ تان کر دونوں اطراف میں پھیلاتی ہنس دی۔ پر اس کی ہنسی کا کھوکھلا پن شارق کو کیسے محسوس نہ ہوتا۔ پر وہ اسے اس فیز سے نکالنا چاہتا تھا سو خود بھی ہنس دیا پر اسے کچھ محسوس نہ ہونے دیا۔

"ارے یہ تو میری مینا ہے! اتنی جلدی مل بھی گئی۔ واہ بھئی لگتا ہے اب سے ہر کام میں تمہاری مدد لینی پڑے گی۔ میرا کام تو یوں چٹکیوں میں ہو جایا کرے گا۔ مسکراتی رہا کرو حسین لڑکی تمہارے دوست کو سکون ملتا ہے۔"

اس کے لہجے کا مان اور پیار محسوس کرتی وہ اس دفعہ دل سے مسکرا دی۔ واقعی وہ اس کا سب سے بہترین دوست تھا جس نے اس کی عزت کی حفاظت کر کے اس کے دل میں اور بھی آعلیٰ مقام پالیا تھا۔ پر اس کے دل میں پنپتے جذبوں سے وہ اب تک نا آشنا ہی

تھی۔اسے مسکراتے دیکھ کر وہ بھی دل ہی دل میں شکر ادا کرتا اسے مسکرا کر دیکھتا ڈرائیونگ کی طرف متوجہ ہو گیا۔اسے امید تھی کے اس کے دل کے ساتھ ساتھ وہ اسے بھی جیت لے گا!

وہ کچھ ضروری سامان لینے کے لئے مارکیٹ گئی ہوئی تھی ڈرائیور کے ساتھ۔اب اندھیرا ہونے کو تھا۔وہ پچھلی سیٹ پر بیٹھی موبائل میں کچھ دیکھنے میں مگن تھی جب گاڑی جھٹکے سے رکی۔

"کیا ہوا انکل آپ نے گاڑی کیوں روک دی۔"

اس کے سوال پر ڈرائیور نے سامنے دیکھنا شروع کر دیا۔ حیا نے ان کی نظروں کے تعاقب میں جوں ہی دیکھا تو اس کے اوسان خطا ہو گئے۔ سامنے ہی دو موٹر سائیکلوں پر چار آوارہ نوجوان ان کا راستہ روکے کھڑے تھے۔ حیا نے جلدی سے آیت الکرسی کا ورد کرنا شروع کر دیا۔

"انکل آپ ان سے پوچھ لیں انھیں جو بھی چاہیے آپ دے دیں انہیں۔ جان سے بڑھ کر کچھ بھی عزیز نہیں ہوتا۔"

اس کی پریشان آواز سنتے وہ اثبات میں سر ہلا گئے تبھی ان میں سے ایک لڑکا آگے بڑھا اور شیشہ بجایا۔

"باہر نکل بڈھے! چل جلدی نکل اور اس وقت جو کچھ بھی پاس ہے سب ہمارے حوالے کر دے ورنہ بھیجا اڑا دیں گے تیرا۔"

وہ بد تمیزی سے بولتا ڈرائیور کو بازو سے پکڑ کر باہر نکال گیا۔ اب تک ان کو نظر پیچھے بیٹھی حیا پر نہیں گئی تھی۔ اس لڑکے کے اشارے پر دوسرا لڑکا آگے بڑھ کر گاڑی کی تلاشی لینے لگا جب اس کی نظر پیچھے ڈری سہمی بیٹھی حیا پر گئی۔ اس کی آنکھیں خباثت سے چمکنے لگیں۔

"باس ذرا ایک نظر پیچھے بھی ڈال لو۔"

اس کی آواز پر وہ پیچھے آیا جھک کر شیشے سے اندر دیکھنے لگا جب کہ حیا کی دعاؤں میں تیزی آگئی تھی۔

"ارے اس بڈھے نے تو ہوا بھی نہ لگنے دی کہ اتنا نایاب پیس چھپا کر رکھا ہے۔ کیوں بے بڈھے تجھے کیا لگا تھا کہ اس چھپی ہوئی حسینہ کو ہماری نظروں سے اوجھل رکھ لے

گا۔ آج ہم یہاں سے سارا مال بھی لوٹ کر جائیں گے اور ساتھ میں اس حسینہ کو بھی۔

ڈبل مزے۔۔ہاہاہا!"

وہ چاروں خباثت سے قہقہے لگانے لگے جب کہ حیا کا رنگ سپید پر گیا۔

"دیکھو تم لوگوں کی بھی ماں بہنیں ہوں گی پلیز اس پر بری نظر نہ ڈالو تم لوگ سے پیسے اور ہمارے موبائل بھی رکھ لو پر رمضان کے مہینے کے صدقے یہ ظلم نہ کرو۔

اللہ کی پکڑ بہت مضبوط ہے اس سے ڈرو۔"

بیچارہ ڈرائیور ان کے سامنے ہاتھ جوڑتا منتیں کرنے لگا پر انہوں نے اس کی ایک بھی فریاد وپ پر کان نہ دھرا۔پہلے والے لڑکے نے حیا کو بازو سے پکڑ کر کھینچ کر باہر نکالا۔وہ اس کا بیہودہ لمس پاتے ہی چیخنا شروع ہو گئی اور مدد کے لئے کسی کو پکارنے لگی پر اس کی پکار سننے والا وہاں کوئی نہ تھا۔دو لڑکے ڈرائیور کو سختی سے دبوچے کھڑے

تھے۔ حیا کے چیخنے پر اس لڑکے نے ایک زوردار تھپڑ حیا کے منہ پر دے مارا۔ تھپڑ کی شدت اتنی تھی کہ اسے اپنے منہ میں خون کا ذائقہ گھلتا ہوا محسوس ہوا۔ نقاب ڈھیلا ہو چکا تھا۔ اس سے پہلے کے وہ ہاتھ بڑھا کر اس کا نقاب ہٹاتا کسی نے پیچھے سے اس کا سر پکڑ کر پوری شدت سے زمین پر دے مارا۔ اس کی چیخیں سنتی حیا کے منہ سے بھی بے ساختہ چیخ بر آمد ہوئی تھی۔ وہ اپنے دونوں ہاتھ سختی سے منہ پر جما کر اپنی چیخوں کا گلا گھونٹنے لگی۔

زمان اور عمیر ایک دوست سے ملنے کے لئے جا رہے تھے جب زمان کی نظر کچھ دور اندھیرے میں کھڑی ایک گاڑی پر پڑی جس کے پاس دو لوگ ایک آدمی کو قابو کیے کھڑے تھے جب کہ دو گاڑی کے شیشے پر جھکے ہوئے تھے۔ اسے کچھ گڑبڑ کا احساس ہوا۔ اس نے عمیر کی توجہ اس طرف دلائی تو ایک پولیس والا ہونے کی وجہ سے وہ فوراً معملے کی نزاکت کو سمجھ گیا۔ ان دونوں نے گاڑی وہیں روکی اور پچھلے راستے دبے پاؤں اس کے پاس پہنچ گئے۔

عمیر نے پیچھے سے ان دونوں کو دبوچا جب کہ حیا کو وہاں اس حالت میں دیکھتا وہ اپنے حواس ہی کھو بیٹھا تھا اور بغیر کچھ دیکھے اور سوچے اس لڑکے پر پل پڑا۔ چوتھا لڑکا بھاگنے کو پر تولنے لگا پر عمیر اور زمان کو دیکھتے ڈرائیور میں بھی ہمت آگئی اور اس نے اس چوتھے لڑکے کو ڈھالیا۔ تینوں لڑکوں کی کچھ خاطر تواضع کر کے عمیر نے ان کے ہاتھ پاؤں باندھ دیے اور پولیس سٹیشن کال کر دی۔ جب کہ زمان بے دریغ اس لڑکے کو مارتا جا رہا تھا جس نے حیا کو تھپڑ مارا اور اس پر بری نظر ڈالی۔

"زمان چھوڑو مر جا گا یہ۔ میں خود اسے دیکھ لوں گا۔"

عمیر نے زبردستی زمان سے اس لڑکے کو چھڑوایا۔ اسے چھوڑتا وہ حیا کی طرف بڑھا جو ڈری سہمی سکڑ کر بیٹھی رو رہی تھی۔

اٹھیں حیا کچھ بھی نہیں ہوا اور آپ اس وقت اکیلی ڈرائیور کے ساتھ کیوں نکل "
"آئیں؟ دماغ ٹھیک ہے آپ کا۔ اگر ہم نہ آتے تو جانتی ہیں کیا ہوتا؟

اس کے سخت لہجے پر وہ چہرہ ہاتھوں میں چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ زمان نے
۔ بالوں میں انگلیاں پھنسا کر اپنا غصہ ضبط کرنے کی کوشش کی

چپ ہو جائیں پلیز یار اب ایسے آپ کو روتے ہوئے نہیں دیکھ پا رہا ڈیم اٹ! چلیں "
"اب ہمارے ساتھ ہم آپ کو گھر ڈراپ کر دیتے ہیں۔

حیا کو کہتے اس نے ڈرائیور کو بھی گاڑی میں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

زمان تم انہیں گھر چھوڑ آؤ میں ان کو لے کر پولیس سٹیشن جا رہا ہوں تم بھی وہیں آ "
"جانا۔

اس کی بات پر زمان سر ہلاتا گاڑی کی طرف بڑھا تو حیا بھی اس کے پیچھے چل دی۔ زمان نے اس کے لئے پچھلا دروازہ کھولا اور اس کے بیٹھنے کے بعد خود بھی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر گاڑی وہاں سے بھگا لے گیا۔

جس وقت اس کی گاڑی گھر کے آگے رکی ٹھیک اسی وقت شاہین کی گاڑی بھی وہاں رکی تھی۔ حیا کو زمان کی گاڑی سے بے حال حالت میں اترتا دیکھ کر وہ ایک دم پریشان ہو اٹھا۔ اسے دیکھتے ہی حیا تیزی سے اس کی طرف بڑھی اور اس کے گلے لگ کر رونے لگی۔ زمان نے آگے بڑھ کر ساری صورتحال شاہین کے گوش گزار کی جسے سن کر اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔

"بہت شکریہ یار آج اگر تم نہ ہوتے تو نا جانے کیا ہو جاتا۔ میں تمہارا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔"

شاہین کے تشکر انا انداز پر زمان اسے گھورنے لگا۔ دو تین ملاقاتوں میں ان کی اچھی دوستی ہو چکی تھی۔

"دفع ہو کمینے کوئی احسان نہیں کیا میں نے۔ تمہارا دوست ہونے کے ناطے یہ میرا فرض تھا اور ویسے بھی میرے سامنے کسی لڑکی کی بھی عزت پہ حرف آرہا ہوتا تو میرا یہی ردعمل ہوتا اور یہ تو پھر تمہاری بہن ہیں۔ اب تم اندر لے جاؤ انہیں کافی ڈری ہوئی ہیں۔"

شاہین اس کی بات سے متفق ہوتا اس سے مصافحہ کر کے حیا کو لے کر گھر کے اندرونی حصے کو طرف بڑھ گیا تو ان کی پشت پر آخری نظر ڈالتا زمان بھی پولیس سٹیشن کی طرف گاڑی موڑ گیا۔

"لائبہ یار اور کتنا ٹائم لگاؤ گی تیار ہونے میں؟ افطاری ہوئے بھی گھنٹہ گزر گیا اب تو۔ آ کر ٹیسٹ بھی تیار کرنا ہیں میں نے۔ خود تو ٹائم پر کر کے فارغ ہو گئی پر میرا تو کچھ خیال کر و یار!"

وہ تینوں شارق کے ساتھ شاپنگ کرنے جا رہی تھیں۔ مسکان اپنی دھن میں بولتی بغیر لائبہ پر دھیان دیے جلدی سے الماری سے اپنا بیگ نکالنے لگی۔

"تو مسکان میڈم کو ٹیسٹ یاد کرنے کی فکر بھی ہوتی ہے۔ واہ بھئی یہ تو نئی انفارمیشن ہے میرے لئے۔"

بھرپور طنزیہ آواز پر مسکان جھٹکے سے مڑی تو سامنے لائبہ کی جگہ لائبہ کا ہٹلر بھائی ٹانگ پر ٹانگ جمائے شان سے براجمان تھا۔اس کے طنز پر وہ پیچ تاب کھا کر رہ گئی۔ دل کیا کوئی کرارا سا جواب دے اور وہ ایسا کر بھی گزرتی اگر فوراً یہ یاد نہ آجاتا کہ وہ ہٹلر کا جانشین ایک سیکنڈ سے بھی کم وقفے میں مزاج بدلنے کا ہنر رکھتا ہے۔یہاں مسکان کی زبان کھلی اور وہاں عمیر کا جلالی روپ باہر آیا۔اسی لئے اس نے ضبط کرتے چپ رہنے میں ہی عافیت جانی۔

"خدانخواستہ کہیں زبان کہیں ادھار تو نہیں دے آئی؟"

اس کی بات پر مسکان کا ضبط واقعی ٹوٹا تھا اب۔

"جی ہاں آپ کی محبوبہ کو ادھار دے آئی ہوں میں اپنی زبان۔ وہ کیا ہے نہ کہ آپ کی محبوبہ محترمہ ضرورت سے کچھ زیادہ ہی معصوم واقع ہوئی ہیں تو میں نے سوچا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کی اس معصومیت کی وجہ سے کوئی ان کا بے جا فائدہ اٹھا تو وہ بیچاری آگے سے کوئی معقول جواب بھی نہ دیں پائیں۔ بس اسی سوچ کے پیش نظر میں اپنی زبان ان کو ادھار دے چکی ہوں۔"

اس کی فراٹے بھرتی زبان کو دیکھ کر وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو چکا تھا کہ کیا یہ لڑکی دو زبانیں رکھتی ہے کیوں کہ بقول اس کے وہ اپنی زبان ادھار دے چکی تھی۔ تو یہ فراٹے بھرتی دو گز لمبی زبان کس کی تھی جو ہمیشہ کی طرح قینچی کی دھار کو بھی پیچھے چھوڑ رہی تھی۔

اس سے پہلے کہ وہ اسے کوئی خاطر خواہ جواب دیتا لائبہ وہاں آدھمکی۔

"مسکان یار چلو بھی اب کیا دیر ہے۔ ارے بھائی آپ یہاں! کوئی کام کرنے تھا کیا؟"

مسکان کو مخاطب کرتے اس کی نظر سامنے کھڑے عمیر پر پڑی تو وہ بہت حیران ہوئی۔ کیوں کہ وہ اس کے اور مسکان کے مشترکہ کمرے میں بہت کم آتا تھا۔

"بیٹا آپ اور نینا شارق کے ساتھ جائیں ہم لوگ وہاں جوائن کرتے ہیں آپ کو۔"

وہ اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر بولا تو وہ سر ہلاتی ایک نظر مسکان پر ڈال کر وہاں سے چل دی۔ مسکان اسے اشارے کرتی رہی کہ اسے بھی اپنے ساتھ لے کے جا پر وہ اس وقت اس کے ہر اشارے کو نظر انداز کر کے وہاں سے کھسک چکی تھی۔ مسکان اس سے بعد میں نمٹنے کا ارادہ باندھتی وہاں سے نکلنے لگی جب وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے روک گیا۔ وہ جو آگے بڑھ رہی تھی اس کے پیچھے سے ہاتھ پکڑ کر ہلکا سا جھٹکا دینے پر اپنا توازن کھوتی اس سے پہلے کہ اس پر گرتی، وہ اس کا کندھے پر ہاتھ رکھ کر فاصلہ بنا

گئی۔ اتنی سی قربت پر ہی اس کا دل دھک دھک کرنے لگا تھا۔ عمیر مبہوت ہوتا اس کے چہرے پر اترتے قوس قزاح کے رنگ دیکھنے لگا۔ کتنا دلکش نظارہ تھا یہ! سب سے پہلے مسکان ہوش میں آئی اور جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑوا کر اس سے فاصلے پر کھڑی ہو گئی۔ وہ اس سے آنکھیں نہیں ملا پا رہی تھی۔ اسے گھبراتے دیکھ کر عمیر خود پر کنٹرول کرنے لگا۔

"میں گاڑی میں انتظار کر رہا ہوں جلدی پہنچو۔"

وہ اسے حکم دیتا کمرے سے نکل گیا جب کہ وہ جو اسے انکار کرنا چاہ رہی تھی اس کے یوں اچانک کمرے سے نکل جانے پر پیر پٹخ کر رہ گئی۔ اگر نہ جاتی تو بھی وہ ہٹلر کا جانشین اس کا جینا حرام کر دیتا۔ وہ بیگ کندھے پر لٹکا کر منہ بسورتی نیچے کی طرف بڑھ گئی۔

وہ نیچے پورچ میں آئی تو عمیر گاڑی سے ٹیک لگا کر کھڑا اس کا انتظار کر رہا تھا۔ کالی شلوار قمیض، کالی پشاوری چپل اور مضبوط مردانہ کلائی میں راڈو کی گھڑی پہنے بال جیل سے سیٹ کیے وہ اتنا پیارا لگ رہا ہے تھا کہ وہ بے ساختہ ماشاءاللہ کہہ گئی اور دل ہی دل میں اس کی نظر اتارنے لگی۔

مسکان کو اپنی طرف آتا دیکھ کر وہ فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھول کر کھڑا ہو گیا۔ وہ دھیرے دھیرے آگے بڑھنے لگی۔ وہ ابھی گاڑی سے چار قدم دور تھی جب مشال تیزی سے اس کے سامنے سے گزر کر فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئی۔ مسکان کا چہرہ اہانت سے لال پڑ گیا۔ وہ پچھلی سیٹ کی طرف بڑھنے لگی جب وہ اس کا ہاتھ تھام گیا۔ وہ اس کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔ پر اس کے انتہائی سنجیدہ تاثر دیکھ کر وہ جھرجھری لے کر رہ گئی۔

"مشال یہ جگہ مسکان کی ہے تم اٹھو یہاں سے اور تم یہاں کیا کر رہی ہو؟"

وہ پوری سنجیدگی سے اس سے مخاطب تھا۔

"عمیر میں بور ہو رہی تھی گھر پر بہت۔ تمہاری مدر نے بتایا کہ تم لوگ شاپنگ پر جا رہے ہو تو میں نے سوچا میں بھی تم لوگوں کے ساتھ چلتی ہوں۔ تم مجھے منع تھوڑی کرو گے۔ اور مجھے پیچھے بیٹھنے کی عادت نہیں مسکان پیچھے بیٹھ جا گی۔"

وہ ایک ادا سے کہتی آخر میں ایک تیکھی مسکراہٹ مسکان کی طرف اچھال گئی پر اس کی مسکراہٹ کو عمیر کے الفاظ نے بریک لگائی تھی۔

"اوکے تمہیں آنا ہے تو آجاؤ کوئی بات نہیں۔ پر یہ جگہ مسکان کی ہے اور یہاں وہ ہی بیٹھے گی۔ ایک شوہر کے پہلو میں اس کی بیوی کی جگہ ہی ہوتی ہے اور وہی جچتی ہے اس کے ساتھ۔ مجھے بلکل بھی گوارہ نہیں کہ میری بیوی کے ساتھ ہوتے ہوئے میرے

ساتھ فرنٹ سیٹ پر کوئی ایکس وائے زی بیٹھے پھر چاہے وہ میرا کوئی دوست ہی کیوں نہ ہو۔ سو پلیز!"

اس کے دوٹوک الفاظ پر وہ چہرے پر زبردستی مسکراہٹ لا اٹھ کر پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ عمیر نے مسکان کو ہاتھ سے پکڑ کر اندر بٹھایا اور اس کی طرف مسکراہٹ اچھال کر دروازہ بند کرتا ڈرائیونگ سیٹ کی طرف بڑھ گیا۔

مسکان چہرے پر سنجیدگی طاری کیے بیٹھی تھی وہ الگ بات تھی کہ جس طرح عمیر نے اس کو مشال پر فوقیت دی اور مشال کو میٹھی میٹھی جھاڑ پلادی مسکان کا دل کر رہا تھا زور زور سے قہقہے لگا اور خوشی سے بھنگڑے ڈالے۔ عمیر وقتاً فوقتاً اس پر گہری نظر ڈال رہا تھا پر وہ خود کو بے نیاز ظاہر کرتی کھڑکی سے باہر دیکھنے میں مصروف تھی۔ مال پہنچنے پر عمیر نے گاڑی پارک کی اور اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام کر اندرونی حصے کی طرف بڑھ گیا جب کہ جلتی بھنتی مشال بھی ان کے پیچھے پیچھے ہی تھی۔

آگے جا کر لائبہ نینا اور شارق بھی انہیں مل گئے تو وہ سب شاپنگ کرنے لگے۔ شارق اور لائبہ کی معنی خیز نظروں کی وجہ سے مسکان نے کافی دفعہ ہاتھ چھڑوانا چاہا پر عمیر کی ایک تیز نظر ہی اس کی مزاحمت ترک کر دیتی۔ عمیر اسے اپنی پسند سے دھڑا دھڑ شاپنگ کروانے میں مصروف تھا اور وہ حق دق سی اس کے تیور دیکھ رہی تھی اور یہی سوچ کر رہ جاتی کہ نا جانے کیا ہو گیا ہے اس جلاد کو آج۔ بوتیق سے نکلتے عمیر کی نظر ایک ڈمی پر ڈسپلے ہوئی فراک پر پڑی تو وہ ٹھہر سا گیا۔ وہ گلابی رنگ کی نازک سے کام والی پیروں کو چھوتی فراک تھی جس کی چمک آنکھوں کو خیرہ کر رہی تھی۔ اس لباس میں مسکان کے نازک سراپے کو تصور کرتے عمیر کا دل گدگدانے لگا۔ اس کے قدم بے ساختہ اس ڈریس کی طرف بڑھتے جا رہے تھے۔

اس کی آنکھوں میں نظر آتی پسندیدگی مسکان کے ساتھ ساتھ وہاں آتی مشال نے بھی دیکھی تھی اور وہ جان چکی تھی کہ یہ کس کے لیے ہے اس لئے وہ تیزی سے اس

ڈریس کی طرف لپکی۔وہ جانتی تھی کہ وہ اگر اس پر ہاتھ رکھ دیتی تو وہ کبھی انکار نہ کرتا۔

"واہ عمیر دیکھو یہ کتنا پیارا ڈریس ہے نا بلکل میری چوائس کی طرح! میں تو بس یہی لوں گی۔"

اس کے کہنے پر مسکان کا چہرہ اتر گیا۔کتنا پسند آیا ہے تھا اسے یہ ڈریس۔پر وہ یہ بھی جانتی تھی کہ عمیر مشال کو کبھی انکار نہ کرتا اور شاید اسے یہ ڈریس مشال کے لئے ہی پسند آیا تھا۔وہ اپنی نظریں پھیر گئی۔

"آئی ایم سوری مشال تم کوئی اور ڈریس دیکھ لو کیوں کہ یہ ڈریس پہلے مجھے پسند آیا مسکان کے لئے اور میں یہی ڈریس لوں گا۔تم کوئی اور دیکھ لو۔"

اس کی بات سنتی مشال اور مسکان دونوں نے بے یقینی سے اسے دیکھا جیسے یقین کرنے میں تامل ہو کہ یہ الفاظ عمیر کے ہی ہیں۔ وہ زبردستی بھی اپنے چہرے پر مسکراہٹ نہ لا سکی اور وہاں سے چل دی۔ اسے یقین تھا کہ وہ پیچھے سے آواز دے کر کہہ دے گا کہ یہ ڈریس تم رکھ لو پر ایسا کچھ نہ ہوا۔ اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ وہی ڈریس پیک کروا رہا تھا۔ وہ ایک خونخوار نظر ان دونوں پر ڈال کر وہاں سے نکل گئی۔ واپسی پر وہ پھر سے ہنس ہنس کر مشال سے باتیں کرتا مسکان کی ساری خوش فہمی ہوا میں اڑا گیا۔

تمام اہل خانہ اس وقت لاؤنج میں جمع تھے۔ سامنے بڑے صوفے پر خانم جان بیٹھی تھی اور ان کی بغل میں ان کے صاحب زادے یعنی حیا اور شاہین کے والد محترم براجمان تھے جنھیں وہ دونوں داجان کہتے تھے۔ دائیں طرف پڑے ٹو سیٹر صوفے پر

حیا اور شاہین جب کہ بائیں جانب پڑے صوفے پر امینہ بیگم براجمان تھیں۔ بڑے صوفے کی بلکل سامنے سنگل صوفے پر پلوشہ اپنا آدھا چہرہ چھپا کر بیٹھی تھی۔ وقفے وقفے سے چوری چوری شاہین پر ایک آدھ نظر ڈال کر دوپٹہ دانتوں میں دبا کر شرم سے بے حال ہوتی وہ شاہین کو اپنی ان حرکتوں سے سخت کوفت میں مبتلا کر رہی تھی۔ جب وہ پشاور رہائش پذیر تھے تب بھی اس کی یہی حرکتیں شاہین کو زہر لگتی تھیں اور اب پھر سے وہی ڈرامہ شروع ہو چکا تھا۔

یہ گول میز کانفرنس خانم جان کے حکم پر قائم کی گئی تھی جہاں انھیں کوئی ضروری بات کرنی تھی اور وہ سب اچھے سے جانتے تھے کہ انہیں کون سے ضروری بات کرنی ہے۔ انہیں اب پلوشہ کی اماں حضور کا انتظار تھا جو پیٹ پوجا میں مصروف تھیں۔ اور پھر کچھ دیر بعد ہی آ گیا وہ شہکار جس کا تھا سب کو انتظار۔ انہوں نے اتے ہی امینہ بیگم کی جگہ سمبھالتے ایک زبردست سی ڈکار لی اور اپنی اس عظیم حرکت پر ڈھیٹ پن کی انتہا کرتے ہوئے دانت نکوسنے لگیں۔ امینہ بیگم نے ایک ناگوار نظر ان پر ڈالی جب

کہ حیا اور شاہین ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئے۔ پلوشہ اس سب سے بے نیاز ہنوز شرمانے میں مصروف تھی۔

اتنے میں خانم جان نے ہنکار بھرتے سب کو اپنی طرف متوجہ کیا۔

"آپ سب جانتا ہی ہو گا کہ ام نے کس بات کے لئے سب کو اکٹھا کیا ہے۔ جیسا کہ بچپن میں ہی یہ بات طے ہو چکا تھا کہ امارا پلوشہ شاہین خانا کا دلہن بنے گا k بچوں تو اب وقت آ چکا ہے کہ ام چھوٹا سا رسم کر کے اپنی پلوشہ اور شاہین خانا کو ایک مضبوط رشتے میں باندھ دے۔ ام کو یقین ہے کہ امارا بات پر کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔"

ان کی بات مکمل ہوتے ہی امینہ بیگم اپنی جگہ سے اٹھی تھیں۔

"پر ہمیں ہے اعتراض۔ جس کی زندگی کا فیصلہ ہے اسے ہے اعتراض۔"

ان کی بات پر ان کے مجازی خدا نے ان کی طرف دیکھا۔

"نیک بخت کیسا اعتراض؟"

ان کے پوچھنے پر شاہین دل ہی دل میں آیت الکرسی کا ورد کرنے لگا۔

اما را بیٹا کسی اور کو پسند کرتا ہے اور ہمیں بھی وہ لڑکی دل سے پسند ہے۔ آپ بھی" جانتا ہے اس خاندان کو۔ ہمارے سامنے والے بنگلے سے نور بانو بیگم کا پوتی ہے وہ۔ "لائبہ بچی کی بات کر رہا ہم۔

ان کے بتانے پر ان کے چہرے کے تاثرات بدل گئے۔

ھمم۔۔۔وہ تو کافی اچھے لوگ ہیں اور بچی بھی بہت پیاری اور سلجھی ہوئی ہے۔خانم" جان یہ بچوں کی زندگی کا معملہ ہے ہمیں ان پر زبردستی کر کے ان کا زندگی خراب نہیں کرنا چاہیے۔اکثر والدین اپنے بچوں پر زبردستی اپنا مرضی مسلط کرتا ہے پر پھر بچے اپنی زندگی میں خوش نہیں رہ پاتے اور اکثر تو غلط قدم بھی اٹھالیتا ہے۔والدین کو چاہیے کہ اپنے بچے کی پسند دیکھے پھر اس کو پرکھے۔اگر تو اس کا پسند مسلمان ہے نیک ہے شریف ہے تو پھر بسم اللّٰہ کر کے بات آگے بڑھاے پر اگر اس کا پسند اس کی حق میں بہتر نہیں ہے تو اپنے بچے کو پیار سے سمجھائے۔پسند کی شادی کا حق تو ہمارا اسلام بھی دیتا ہے۔پھر ہم کون ہوتے اسے برائی گردانئے والے۔ام کو تو خوش ہونا چاہیے کہ ہماری اولاد نے غلط قدم نہیں اٹھایا بلکہ اگر کسی کو پسند کیا تو سیدھا آکر ماں باپ کو بتایا اور حلال رشتہ بنانا چاہا۔اولاد کو بھی خیال کرنا چاہیے کہ اگر ماں باپ پھر بھی راضی نہیں ہو رہا تو اپنا معملہ اللّٰہ کی سپرد کر کے صبر کر لے۔اللّٰہ انسان کا کبھی برا نہیں ہونے دیتا۔جو اولاد ماں باپ کی عزت کے ساتھ اپنی عزت مٹی میں ملا دے وہ "کہ بھی یاد رکھے کہ یہ دنیا مکافات عمل ہے آج ہم جو بیجیں گے کل وہی کاٹیں گے۔

ان کی بات سنتی خانم جان ناک چڑھا کر ان کی بات کاٹ گئی۔

"بس بس اپنا یہ تقریر کہیں اور جا کر کرنا۔ ام نے جو کہہ دیا وہی ہو گا۔"

اپنے بھائی کی بات سنتی پلوشہ کی ماں روتی پیٹتی بین کرنا شروع ہو چکی تھی۔ پلوشہ آنکھوں میں آنسو لئے تیزی سے وہاں سے نکلی۔ پر اگلے ہی لمحے سب گھر والوں نے اس کی چیخیں سنی تھیں۔ وہ بوکھلا کر تیزی سے اس کی طرف بڑھے جو زمین کو سجدہ کرتی بازو پکڑے کراہ رہی تھی۔ پاؤں پھسل کر گرنے کے باعث اس کا بازو زمین پر لگا اور جسم بھاری ہونے کی وجہ سے سارا وزن بازو پر پڑ گیا۔ شاہین اور داجان اسے لے کر جلدی سے ڈاکٹر کے پاس چلے گئے۔

شاہین نے وہاں پہنچ کر اپنے ایک دوست سمیر کو بھی کال کر دی۔ سمیر کے آنے کے بعد وہ زبردستی داجان کو گھر بھیجتا ساری رام کتھا سمیر کو سنا چکا تھا اور سمیر کا شیطانی

دماغ تیزی سے کچھ سوچنے میں مصروف ہو چکا تھا۔ آخر اس کے یار کی محبت اور زندگی کا معملہ تھا۔

مال سے واپسی پر عمیر انھیں ڈراپ کر کے کہیں چلا گیا تھا۔ مشال کی دل جلاتی مسکراہٹ دیکھ کر مسکان کا دل کر رہا تھا اس کا چہرہ ہی نوچ ڈالے۔ عمیر نے اسے ٹیکسٹ کیے تھے جنھیں دیکھنا بھی اس نے گوارہ نہ کیا تھا۔ مسکان لائبہ اور نینا تینوں اپنی ماؤں کے ساتھ کچن میں موجود تھیں اور افطاری بنانے میں ان کی مدد کروا رہی تھیں کیوں کہ آج نینا اور مسکان کی خالہ آرہی تھیں افطاری پر۔ افطاری کے بعد سب بڑے لاؤنج میں بیٹھ گئے اور لڑکیاں چا اور قہوہ بنانے کچن کچن کا رخ کر گئیں۔

مسکان کی خالہ سعدیہ بیگم نے گلا کھنگارتے بات کا آغاز کیا۔

"اماں جی میں آج ایکدرخواست لے کر آپ کے پاس آئی ہوں۔ یہ بات میں پہلے اپنی بہن سے بھی کر سکتی تھی پر چوں کہ آپ اس گھر کی بڑی ہیں اور میری ماں کی جگہ ہیں اس لئے میں سیدھا اپ سے ہی بات کر رہی ہوں۔ میں اپنے بیٹے حذیفہ کے لئے نینا کا رشتہ لے کر آئی ہوں اور مجھے امید ہے کہ آپ مجھے مثبت جواب دیں گی۔"

ان کی بات سنتا ہر فرد حیران تھا۔ نینا گھر کو سب سے چھوٹی بچی تھی جس کے متعلق ایسا کسی نے بھی نہ سوچا تھا۔ شارق تو حق دق بیٹھا تھا۔ اس نے تو ایسا تصور بھی نہ کیا تھا کہ اتنی جلدی کوئی اس کی مینا کے لئے سوالی بن کر آ سکتا ہے۔

"پر ہماری نینا بہت چھوٹی ہے ابھی۔ ہم نے ابھی ایسا کچھ نہیں سوچا۔"

آمنہ بیگم کی بات سے نور منزل کا ہر فرد متفق تھا۔

"ارے ہم کون سا آج ہی رخصت کر کے لے جائیں گے۔ابھی نکاح کریں گے اور دو سال بعد رخصتی۔"

ان کے پاس حل بھی موجود تھا۔

"ٹھیک ہے بیٹا ہم سوچ کر جواب دیں گے۔"

اتنے میں لڑکیاں چاقہوہ کے آئیں. شارق نے نینا پر ایک نظر ڈال کر ساتھ بیٹھے حذیفہ کی طرف دیکھا جو نینا کو گہری نظروں سے دیکھنے میں مصروف تھا۔اس کا پارہ ایک دم ہائی ہوا تھا۔

"مینا میرے لیے ایک کپ کافی بنا کر لاؤ۔ "

اس کی بات پر نینا نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"پر شارق بھائی آپ تو اس ٹائم کافی نہیں پیتے پہلے۔"

اس کے معصومیت سے کہنے پر وہ اسے دیکھ کر رہ گیا۔

"جو کہا ہے وہ کرو بس۔"

وہ بس اسے فلحال حذیفہ کی نظروں کے حصار سے دور کرنا چاہ رہا ہے رتھا جب کہ اس کے سخت لہجے پر وہ آنسو پیتی کچن کا رخ کر گئی۔

مہمانوں کے جانے کے بعد سب نے اس رشتے پر تھوڑا غور و خوض کیا تو سب کو ہی یہ رشتہ بہت مناسب لگا۔ وہ سب اپنے اپنے کمروں کی طرف بڑھ گئے تو شارق نے بھی دادی جان کے کمرے کا رخ کیا۔ وہ صوفے پر بیٹھی تسبیح کرنے میں مشغول تھیں۔ شارق ان کے پاس جا کر ان کے گھٹنے پر سر ٹکا کے نیچے زمین پر بیٹھ گیا۔ وہ پیار سے اس کے سر میں انگلیاں چلانے لگیں۔

"کیا ہوا ہے میرے بچے؟ اتنے بے سکون کیوں لگ رہے ہو؟"

ان کے پوچھنے پر وہ منہ بنا کر ان کی جانب دیکھنے لگا۔

"!میرا سکون آپ لوگ جو چھیننے جا رہے ہیں"

منہ بنا کر کہتا وہ انہیں اتنا پیارا لگا کہ وہ اس کا ماتھا چوم گئیں۔ وہ معملے کو نوعیت سمجھ چکی تھیں پر اس کے منہ سے سننا چاہتی تھیں۔

"دادی جان نینا کے رشتے کے بارے میں کیا سوچا آپ سب نے؟"

توقع کے عین مطابق پوچھے گئے سوال پر ان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ ٹھہر گئی۔

"ہاں سب رضامند ہیں انشاء اللہ ایک دو دن میں مثبت جواب دے دیا جا گا۔"

ان کی بات پر اسے اپنی سانس رکتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔

"دادی جان آپ ان لوگوں کو منع کر دیں۔"

وہ دل کی آواز پر ہمت کرتا انہیں دوٹوک الفاظ میں انکار کا سندیا دے گیا۔

پر کیوں بچے؟ اچھا خاصا معقول رشتہ ہے اور ویسے بھی آج کل کہاں اچھے رشتے ملتے "
ہیں۔ کیا گارنٹی ہے کہ اگر ہم اس رشتے سے ابھی انکار کر دیں تو بعد میں کوئی اور اچھا
"رشتہ مل جا گا۔

ان کے پوچھنے پر وہ جلدی سے سیدھا ہو کر بیٹھتا ان کے ہاتھ تھام گیا۔

دادی جان میں آپ کو گارنٹی دیتا ہوں کہ مینا کے لئے اپ کو اس سے بھی اچھا رشتہ "
ملے گا۔ ایسا لڑکا ملے گا جو نہ صرف ہماری مینا کے حق میں بہتر ہو گا بلکہ اس سے بہت
"محبت بھی کرتا ہو گا اور اپنی جان سے بھی عزیز رکھے گا اسے۔

وہ اس کے پر یقین لہجے میں بے چینی بھانپتی اپنی مسکراہٹ چھپانے لگیں۔

"اچھا جی اور کہاں سے ملے گا ہمیں ایسا رشتہ ؟"

ان کے پوچھنے پر وہ سر کھجانے لگا۔

"زیادہ دور سے نہیں بلکہ یہیں آپ کی پوتی کے سامنے والے کمرے سے!"

اب کہ وہ چاہ کر بھی اپنی ہنسی کو قابو نہ کر سکی تھیں۔

"چل پرے ہٹ شریر! اگر اتنے ہی اتاولے ہو رہے تھے تو پہلے آجاتے میرے پاس۔"

وہ پیار سے اس کے بال سنوارنے لگیں۔

مجھے تھوڑی اندازہ تھا کہ آپ کی پوتی اتنی بڑی ہو چکی ہے کہ اتنی جلدی اس کے "
لئے رشتہ بھی آ جا گا۔ آپ بس جیسے بھی کر کے سب گھر والوں کو منائیں جلد از
"جلد۔

اس کی فرمائش پر وہ سر ہلاتی اسے خوشی کی نوید بخش گئیں۔

وہ دونوں سامنے موجود گدھے پر نظریں ٹکا کر کھڑے تھے جو دھڑا دھڑ ٹھونسنے میں مصروف تھا۔ مزید دس منٹ گزرے تو وہ دونوں اسے شرربار نظروں سے دیکھنے لگے۔ ان کے تیور دیکھ کر وہ گڑبڑا کر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

"ہاں تو اب بتا کہ اس کے باپ سے کیا بولنا ہے تو نے؟"

سمیر کے پوچھنے پر گدھے نما ڈاکٹر سیدھا ہو کر بیٹھا۔

یہی کہ ان کی مریضہ کا بازو ٹوٹ چکا ہے اور اس کو سہی ہونے میں تین ماہ لگیں گے "
"اور اس دوران بازو پر پٹی رہے گی اور بازو کو بلکل بھی حرکت نہیں دینی۔

اس کی بات پر وہ سر ہلاتا اسے داد دینے لگا۔ شاہین نے داجان کو کال کر کے ہسپتال انے کا کہا۔ سمیر کی عظیم سوچ پر وہ دونوں چند ہزار کا کھانا اس ڈاکٹر کو کھلا کر اسے خرید چکے تھے۔ تین ماہ کے لئے شادی کا بھوت اس کی خانم جان اور ان کی بیٹی اور نواسی کے سر سے اتر جاتا۔ اس دوران وہ کوئی نہ کوئی جگاڑ کر کے گھر والوں کو لائبہ کے لئے منا ہی سکتا تھا۔

عمیر پولیس سٹیشن سے آنے کے بعد اپنے کمرے میں ریسٹ کرنے جا چکا تھا اور اس کی تاکید تھی کہ کوئی اسے ڈسٹرب نہ کرے۔ مشال چڑیل بھی آفس سے آنے کے بعد سے اب تک اپنے کمرے سے باہر نہ نکلی تھی۔ مسکان نے شکر کیا تھا اس بات پر۔

رات کے گیارہ بج چکے تھے۔ سب سو رہے تھے پر مسکان عجیب سی بے چینی کا شکار تھی۔ ٹھنڈی ہوا لینے کی غرض سے وہ نیچے لان میں چہل قدمی کرنے آ گئی۔ اس کی نگاہ اوپر عمیر کے کمرے کی کھڑکی کی طرف پڑی تو وہاں جلتی لائٹ کو دیکھ کر اسے حیرت ہوئی۔ اس نے اندر کی طرف قدم بڑھائے اور عمیر کے کمرے کا رخ کر گئی۔ اپنی نوک نہ کرنے والی عادت کے تحت وہ ایک دم دروازہ کھول گئی پر سامنے کا منظر اسے پتھر بنا گیا تھا۔

عمیر بیڈ پر نیم دراز تھا جب کہ اس کے انتہائی نزدیک بیٹھی مشال اس پر جھک رہی تھی۔ مسکان پھٹی پھٹی آنکھوں سے یہ منظر دیکھتی یقین نہ کر پا رہی تھی۔

آہٹ پر عمیر کی نظر جیسے ہی بے یقین کھڑی مسکان پر پڑی وہ مشال کو خود سے دور جھٹکتا تیزی سے اٹھ کر اس کے پاس آیا۔اس کی آنکھوں میں موجود بے یقینی عمیر کو تڑپا گئی تھی ۔

"۔۔۔۔ مسکان میری بات سنو ایسا کچھ "

وہ بات کرنے کے ساتھ اس کا ہاتھ تھامنے لگا تو وہ اس کا ہاتھ جھٹک کر چیختی اس کی بات کاٹ گئی۔

چپ ہو جائیں پلیز مجھے ایک لفظ نہیں سننا۔کتنی نادان تھی نا میں جو یہ سمجھتی تھی کہ" آپ بچپن سے اب تک مجھ سے ہی پیار کرتے ہیں۔میں سوچتی تھی کہ شاید میری لمبی زبان اور بچکانا حرکتوں پر آپ مجھ سے نالاں رہتے ہیں پر میں یہ نہیں جانتی تھی کہ

میں تو آپ کے دل میں کہیں تھی ہی نہیں۔ کتنی بیوقوف تھی نا میں پر اللہ کا شکر ہے کہ اس نے وقت پر میری آنکھیں کھول دیں۔ مجھے بھیک میں ملی ہوئی سیاہ محبت نہیں چاہیے۔ یہ محبت تھوڑی ہوتی ہے۔

محبت تو سفید رنگ کی طرح ہوتی ہے۔ صاف، پاکیزہ، فرحت بخش، آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچانے والی اور امن جو! جو آنکھوں کے راستے آپ کے اندر اترتی آپ کے قلب کو جکڑتی اسے اپنے بس میں کر لیتی ہے اور محبت کا شکنجہ آکٹوپس کے شکنجے سے بھی مضبوط ہوتا ہے جو آپ پر اپنی پکڑ کبھی ڈھیلی نہیں کرتا بلکہ وقت کے ساتھ ساتھ اس پکڑ میں سختی آتی جاتی ہے۔

مجھے بھی محبت کے آکٹوپس نے جکڑ لیا تھا پر اللہ نے وقت پر میری آنکھیں کھول دیں۔ مجھے آج خود سے آپ کے گریز کی سمجھ بھی آگئی۔ بہت شکریہ آپ کا۔ پر ایک بات یاد رکھیے گا عمیر میں ساری زندگی آپ کو معاف نہیں کروں گی۔"

اپنی بات مکمل کر کے وہ روتی ہوئی تیزی سے وہاں سے نکل گئی جب کہ وہ اسے آوازیں دیتا رہ گیا۔

"!عمیر"

مشال کمینگی سے خوش ہوتی عمیر کے پاس آئی اس سے پہلے وہ اس کا بازو پکڑتی وہ اسے بازو سے پکڑ کر کمرے سے باہر نکال گیا۔

"دفع ہو جاؤ یہاں سے شکل گم کرو اپنی۔"

وہ چیخ کر کہتا اس کے منہ پر دروازہ بند کر گیا جب کہ وہ ھقہ بقہ سی کمرے کے بند دروازے کو دیکھنے لگی۔

شاہین گھر میں داخل ہوا تو داجان اور مورے کو کہیں جانے کے لئے تیار کھڑا پایا۔ اتنے میں کچن سے ملازم پھلوں اور مٹھائی کی ٹوکریاں لے کر نکلتے گھر کے داخلی دروازے کے پاس جا کھڑے ہوئے۔وہ حیرت بھری نظروں سے یہ سب دیکھ رہا تھا۔وہ چار قدم چلتا جا کر داجان کے پاس کھڑا ہو گیا۔اس کی حیرت بھانپتی امینہ بیگم اپنی مسکراہٹ چھپانے کے جتن کر رہی تھیں۔

"مورے داجان یہ سب کیا ہے اور کہاں کی تیاری ہے آپ کی۔"

وہ باری باری دونوں کو دیکھ کر سوال کرتا الجھا ہوا نظر آرہا ہے تھا۔امینہ بیگم آگے بڑھ کر اس کا ماتھا چومتی اسے اپنے ساتھ لگا گئیں۔

"شاہین بچہ ام لائبہ کا گھر جا رہا ہے تمہارا رشتہ لے کر۔"

شاہین نے جھٹکے سے ان کی جانب دیکھا۔

"مورے آپ سچ کہہ رہی ہیں؟"

وہ آنکھوں میں بے یقینی لئے ان سے مستفسر تھا۔

"تمہارا مورے سچ کہہ رہا ہے۔ام تمہارا رشتہ کے واسطے نور منزل جا رہا ہے۔"

وہ مسکرا کر کہتے اس کے سر پر ہاتھ رکھ گئے۔

پر دا جان خانم جان۔۔۔؟"

وہ پریشانی سے گویا ہوا کیوں کہ جانتا تھا کہ اس کا باپ اپنی ماں کی ہر بات حرفِ آخر سمجھ کر مانتا ہے اور کسی صورت انھیں ناراض نہیں کر سکتا۔

وہ میرا اماں ہے۔میں نے ان کا بات آج تک نہیں ٹالا پر ان کی ایک ناجائز بات مان" کر میں اپنے بچے کی ساری زندگی کی خوشیاں نہیں برباد کر سکتا۔وہ میرا اماں ہے اور ایک ماں اپنا بچے سے کبھی خفا نہیں رہ سکتا۔ام منالے گا ان کو بھی پر ابھی ام کو اپنے بچے کی خوشیوں کے لئے درخواست لے کر نور منزل جانا ہے۔انشاءاللہ ام کامیاب لوٹے گا۔"

شاہین ان کی باتوں پر فرطِ جذبات سے چور ہو کر ان کے گلے لگتا انھیں سختی سے خود میں بھینچ گیا۔ وہ اس کی حالت پر قہقہہ لگا گئے۔

"بس بس بچے تم نے تو ام کو اپنا محبوبہ ہی سمجھ لیا ہے۔"

ان کی بات پر وہ پیچھے ہو کر جھینپتا اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگا۔ پھر وہ دونوں نور منزل روانہ ہوئے تو شاہین دل ہی دل میں اس مقصد کی کامیابی کی دعا کرتا اوپر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

اچھے ہمسائے ہونے کی حیثیت سے نور منزل میں ان کا پرتپاک استقبال کیا گیا تھا۔ نور منزل کے افراد ان کی آمد کے مقصد سے انجان تھے پر انہیں پھلوں اور مٹھائی کی ٹوکریوں اور دیگر سامان کے ساتھ آتا دیکھ کر کچھ نہ کچھ ان کی آمد کا مقصد سمجھ گئے تھے۔ چوں کہ افطاری کا وقت ہونے والا تھا اسی لئے فلحال ان کی خاطر مدارت نہیں

کی گئی تھی۔ تھوڑی دیر خوش گپیوں کے بعد مغرب کی اذان کا وقت قریب آیا تو ان سب نے دستر خوان کا رخ کیا اور اذان کی صدا پر اللّٰہ کا نام لے کر روزہ افطار کیا۔ افطاری کرنے اور نماز ادا کرنے کے بعد وہ سب لاؤنج میں براجمان تھے۔

لڑکیاں کچن میں چا کا انتظام کر رہی تھیں۔ لائبہ کا دل خوف اور پریشانی سے دھک دھک کر رہا تھا۔ شاہین نے تو اسے ایسا کچھ نہ بتایا تھا کہ اس کے والدین نور منزل آ رہے ہیں۔ ان کے ساز و سامان سے ان کی آمد کا اندازہ ہوا تو آگے کے نتائج کا سوچتے دل پر خوف سوار ہو گیا کہ نہ جانے کیا معملہ تہہ ہو۔ شاہین کا نمبر بھی بند جا رہا تھا۔ اس کی اڑی ہوئی رنگت دیکھتے مسکان نے اسے ریلیکس ہونے کا کہا۔ اسے اللّٰہ پر یقین تھا کہ سب اچھا ہی ہو گا۔

وہ چا کے ساتھ ریفریشمنٹ کا دیگر سامان لے کر لاؤنج میں آئیں تو دادی جان نے اشارے سے تینوں لڑکیوں کو وہاں سے جانے کا کہا اور بہوؤں کو چا ڈالنے کا کہا۔ ان کا اشارہ پاتے وہ تینوں وہاں سے کھسک گئیں۔

"امینہ بیٹا خیریت سے آئے آپ لوگ۔اس سب سازوسامان کا کیا مقصد؟"

پہل نور بانو بیگم کی طرف سے ہوئی تھی۔"

"اماں جی ام آج ایک بہت خاص مقصد کے تحت آپ کے ہاں تشریف لایا ہے۔ ایک عرضی لے کر آیا ہے اور ام کو یقین ہے کہ اپ ہمیں مایوس نہیں کرے گا اور خالی ہاتھ نہیں لوٹائے گا۔"

داجان کی بات پر نور بانو بیگم نے انھیں بات جاری رکھنے کا اشارہ کیا۔

"ام اپنے شاہین کے لئے لائبہ بیٹی کا ہاتھ مانگنے آیا ہے۔شاہین آپ کا دیکھا بھالا بچہ ہے لیکن ام جانتا ہے کہ ایسے ہی منہ اٹھا کر کسی کو اپنا بیٹی نہیں دے دیا جاتا اس لئے آپ اچھی طرح چھان بین کر کے اور سوچ بچار کر کے ام کو جواب دے دیں پر ایک

گزارش ہے کہ اگر ہمارا بیٹا میں کوئی خامی نہ ملا اور آپ کو وہ اپنا بیٹی کے لئے موزوں لگا تو آپ کا جواب اقرار میں ہی ہونا چاہیے۔ ام بہت امید لے کر آپ کے پاس آیا ہے اور ام کو اللہ پر پورا یقین ہے کہ وہ ہمارا امید نہیں توڑے گا۔"

نور منزل کے تمام افراد ایک دوسرے کی جانب دیکھنے لگے۔ ان کے چہروں سے ہی پسندیدگی واضح تھی۔

"ہمیں بہت خوشی ہوئی آپ کا مقصد جان کر ہم آپ کے جذبے کا احترام کرتے ہیں پر ہمیں تھوڑا وقت دیں ہم آپس میں مشورہ کر کے آپ کو جلد ہی اپنے جواب سے آگاہ کر دیں گے۔ پر ایک درخوست میں بھی کرنا چاہتی ہوں۔"

ان کی بات پر سب ناسمجھی سے ان کی طرف دیکھنے لگے۔

"آپ درخواست نہیں بلکہ حکم کریں اماں جی۔مائیں بچوں پر حکم چلاتی اچھی لگتی ہیں درخوست کرتی نہیں۔"

ان کی بات پر نور بانو بیگم سمیت سب مسکرادیے۔

"ہم اپنے زمان کے لئے حیا بیٹی کا رشتہ چاہتے ہیں۔"

ان کی بات پر زمان نے جھٹکے سے ان کی طرف دیکھا۔آنکھوں میں بے یقینی ہی بے یقینی تھی۔وہ اسے دیکھتی مبہم سا مسکرادیں جیسے کہہ رہی ہوں کہ دیکھ لو بیٹا جی میں تمہاری آنکھوں سے تمہاری محبت کا راز پا گئی۔ان کہ یوں دیکھنے پر وہ نظریں چراتا ادھر ادھر نظریں دوڑانے لگا۔

"ہمارے لئے یہ بہت خوشی کا بات ہے اماں جی کہ ہمارا بیٹی آپ کو اپنے خاندان کے قابل لگا۔ یہ ہمارا بیٹی کا خوش بختی ہو گا کہ آپ لوگوں کے خاندان کا حصہ بنے۔ پر ام اپنی بیٹی کی رضامندی جانے بغیر اقرار نہیں کر سکتا۔ ام اپنا بیٹی اور بیٹے سے مشورہ کر کے آپ کو جلد ہی اپنی مرضی سے آگاہ کر دے گا۔"

ان کے خوش اسلوبی سے بولنے پر زمان کے دل کی دھڑکن کچھ معمول پر آئی پر اس دشمن جاں کی مرضی کا سوچ کر دل کو دھڑکا لگا تھا کہ نا جانے اسکی کیا مرضی ہو۔ وہ اللہ پر یقین کرتا سب کچھ اس کی ذات پر چھوڑ گیا کہ اللہ اس کے حق میں بہتر ہی کرے گا۔ بیشک وہ بہترین فیصلے کرنے والا ہے۔ کچھ دیر بعد وہ رخصت ہوئے تو سب لائبہ کے رشتے کے متعلق مشاورت کرنے لگے۔ یہ رشتہ ان سب کو بہت پسند آیا تھا۔ شازیہ بیگم نے لائبہ کی مرضی جاننی چاہی تو وہ "جیسی آپ کی مرضی" کہہ کر اس رشتے کے لئے اپنی رضامندی ظاہر کر گئی۔ پر عمیر نے مزید جانچ پڑتال کے لئے کل تک کا وقت لیا تا کہ پوری تسلی کر سکے اور پھر ہی انھیں جواب دیا جا۔

شاہین بے چینی سے مسلسل لائبہ کو میسج اور کالز کر رہا تھا پر وہ اپنا شام کا بدلہ پورا کرتی مسلسل اسے اگنور کر رہی تھی۔ اسے بھی تو پتا چلے کہ یہ بے چینی کیسی ہوتی ہے۔

حیا سے زمان کے متعلق رشتے کی رضامندی جاننے کے بعد نور منزل کے افراد کو اقرار کی سند بخشی جا چکی تھی جب کہ شاہین کے لئے بھی اقرار کر دیا گیا تھا۔

امینہ بیگم نے نور منزل کے افراد کو افطاری پر بلایا تھا تا کہ رشتے کو مزید آگے بڑھایا جا سکے۔ یہ سب دیکھتی خانم جان اپنی روتی پیٹتی بیٹی اور نواسی کو لے کر پشاور جا چکی تھیں بغیر کسی کی ایک بھی سنے۔ پردا جان کو یقین تھا کہ وہ اپنی ماں کو منالیں گے۔ وہ ان کی بے جا ضد کے لئے اپنے بیٹے کی زندگی بھر کی خوشیاں قربان نہیں کر سکتے تھے۔

شارق کے بے تحاشہ اصرار پر نور بانو بیگم گھر والوں سے شارق اور نینا کے رشتے کی بات کر چکی تھیں۔ کسی کو بھلا کیا اعتراض ہو سکتا تھا سب خوشی مان گئے تھے پر جس کی زندگی کا سوال تھا وہ تھ بے یقینی سے سکتے میں تھی۔ اس کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں آئی تھی کبھی۔ دونوں گھروں کی باہمی رضامندی سے یہ طے پایا تھا کہ عید کے دن حیا زمان، نینا شارق اور شاہین لائبہ کا نکاح ہو گا جب کہ عمیر اور مسکان کی رخصتی۔ مسکان نے بہت ہنگامہ کیا پر کسی نے اس کی بے جا باتوں پر کان نہ دھرا۔ پھر نینا کی پریشانی دیکھتی وہ اسے سمجھانے میں لگ گئی۔

نینا ٹیرس پر بیٹھی سوچوں میں گم تھی جب شارق نے وہاں جھانکا۔ اسے یوں سوچوں میں گم دیکھتا وہ اس کے نزدیک آ کھڑا ہوا۔

"ارے! یہ میری مینا اتنی خاموش اور پریشان کیوں ہے؟"

۔ اس کے ایک دم بولنے پر وہ ڈر کر اپنی جگہ سے اچھلی

"اف ڈرا دیا آپ نے شارق بھائی۔"

وہ اپنے دھک دھک کرتے دل پر ہاتھ رکھ کر شکایتی لہجے میں بولی تو اب کہ اچھلنے کی باری شارق کی تھی۔

"خدا کا کچھ خوف کرو لڑکی کچھ دن میں ہمارا نکاح ہونے والا ہے اور تم مجھے بھائی بول رہی ہو!"

وہ تڑپ ہی تو اٹھا تھا اس کے بھائی کہنے پر۔

"میں کیا کروں بچپن کی عادت ہے ایسے تھوڑی نہ جاگی۔"

اس کے منمنانے پر اب کہ شارق کو ہنسی آگئی۔کیسے بھیگی بلی بنی کھڑی تھی۔

"اچھا سنو میری مینا۔"

اس کے یوں ترنگ سے کہنے پر اب کہ وہ جھینپ گئی۔

"!جی۔۔جی"

وہ کنفیوز سی کھڑی انگلیاں چٹخا رہی تھی۔

"تم خوش نہیں ہو اس رشتے سے؟"

وہ کسی خدشے کے تحت پوچھ گیا۔

"پتا نہیں میں خوش ہوں یا نہیں پر مجھے یہ سب بہت عجیب لگ رہا ہے۔ ایک تو یہ سب بہت جلد ہو رہا ہے اور دوسری بات میں نے ہمیشہ آپ کو اپنا بھائی سمجھا ہے۔ آپ میرے بیسٹ بڈی ہیں۔ اور اب یوں آپ کے ساتھ رشتہ طے ہونا اور اتنی جلدی نکاح! یہ سب بہت عجیب لگ رہا ہے مجھے۔"

وہ ہمیشہ کی طرح اپنے بیسٹ فرینڈ سے اپنے دل کی ہر بات کر چکی تھی۔

"اچھا آؤ یہاں بیٹھو!"

وہ اسے ہاتھ سے پکڑ کر پاس پڑی کرسی پر بٹھا گیا جب کہ اس کا لمس محسوس کرتی وہ پہلی دفعہ جھجھکی اور گھبرائی تھی۔ شاید یہ ان دونوں کے درمیان بننے والے نئے رشتے کا اثر تھا۔

وہ اسے کرسی پر بٹھاتا اس کے پاس ہی نیچے زمین پر ایک گھٹنہ ٹکا کر بیٹھ گیا۔

دیکھو مینا ہر رشتے سے پہلے ہمارے درمیان دوستی کا رشتہ ہے جو کہ بہت مضبوط اور" خوبصورت رشتہ ہے۔ تم مجھ سے پہلے کی طرح اب بھی اپنے دل کی ہر بات کہہ سکتی ہو۔ اور اب تو ہم اتنے خوبصورت اور مضبوط ترین رشتے میں بندھنے جا رہے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ تمھارے لئے یہ سب اچانک قبول کرنا بہت مشکل ہے پر اپنے رشتے کو اور مجھے مارجن دے کر تو دیکھو۔ یہ سب اتنا مشکل بھی نہیں لگے گا اور ابھی صرف نکاح ہو گا رخصتی تب ہی ہو گی جب تم چاہو گی۔ میں تمہارے شوہر سے پہلے تمہارا دوست ہی رہنا چاہتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ نکاح کے بعد بھی تم اس طرح مجھ سے گھبراؤ اور جھجھکو نہ بلکہ پہلے کی طرح میری بیسٹ فرینڈ بن کر رہو اور بغیر کسی گھبراہٹ اور خوف کے مجھ سے اپنے دل کی ہر بات کہہ جاؤ۔ اور میں تمہیں اتنی

محبت دوں گا کہ تم خود مجبور ہو جاؤ گی مجھ سے محبت کرنے پر۔بس پلیز اب کبھی بھائی کہہ کر میری فیلنگز کا قتل نہ کرنا۔"

گھمبیر لہجے میں کہتے وہ آخر میں شریر ہوا تو اس کی بات دھیان سے سنتی وہ ایک دم جھینپ گئی۔

"سمجھ رہی ہو نا میری بات؟"

اس کے پوچھنے پر وہ نظریں جھکاتی سر ہلا گئی تو وہ بھی مسکراتا اس کا گال تھپتھپاتا وہاں سے اٹھ گیا۔

وہ لیٹی ناول پڑھنے میں مشغول تھی تھی لائبہ تیزی سے وہاں آتی الماری کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔ دو منٹ بعد ہی وہ ہاتھ میں ایک ڈریس پکڑے وہاں آئی اور مسکان کے ہاتھ سے موبائل کھینچ کر سائیڈ پر رکھا۔

"جلدی جلدی اٹھو اور یہ ڈریس چینج کر کے آؤ۔"

مسکان ناسمجھی سے اسے دیکھنے لگی۔

"یہ کس کا ڈریس ہے اور میں کیوں پہنوں؟"

اس کے پوچھنے پر لائبہ نے ہاتھ پکڑ کر اسے کھڑا کیا اور ڈریس اس کے ہاتھ میں تھماتے اسے باتھ. روم کی طرف دھکیلا اور باہر سے دروازہ بند کر دیا۔ مسکان اس کی حرکت پر اپنا سر پیٹتی رہ گئی۔ وہ چینج کر کے باہر آئی تو لائبہ کی نظریں اس سے

چپک کر رہ گئیں۔ کالی گھٹنوں سے پانچ انچ اوپر تک شفون کی قمیض جس کے کلائی تک اتے شفون کے ہی بازو تنگ ہونے کے باعث جلد کے ساتھ چپکے ہوئے تھے۔ قمیض کے بوٹ گلے اور دامن پر سفید چھوٹے نگینوں کا دیدہ زیب نفیس کا کام ہوا تھا۔ قمیض کے نیچے کالے رنگ کی ہی پینٹ کیپری تھی۔ اس کی گوری رنگت پر کالا رنگ عجب بہار دکھلا رہا تھا۔ لائبہ نے اسے پکڑ کر ڈریسنگ ٹیبل کے آگے بٹھایا اور تیزی سے اس کے چہرے پر ہاتھ چلانے لگی۔

لائبہ یہ کیا کر رہی ہو تم۔ یہ اتنا قیمتی جوڑا کس کا ہے مجھے کیوں پہنایا اور آدھی رات "مجھے دلہن کیوں بنا رہی ہو۔"

اس کے چڑ کر پوچھنے پر لائبہ اسے گھوری سے نواز کر چپ کرا گئی۔

میک اپ کرنے کے بعد وہ ڈریسنگ پر پڑی جیولری اسے پہنا کر اس کے پاؤں میں کالی ہیلز پہنانے لگی۔

پوری تیاری کے بعد لائبہ نے اسے فل سائز مرر کے سامنے لا کھڑا کیا تو وہ خود کو دیکھتی حیران رہ گئی۔ یہ تو کوئی اور ہی مسکان لگ رہی تھی۔

کالے خوبصورت لباس کے نیچے کالی ہی ہیلز، آنکھوں میں کاجل کی دھار، گالوں پر لالی اور ہونٹوں پر سرخی سجائے اس کے دلکش نقوش اور بھی قاتلانہ لگ رہے تھے۔ کانوں میں چھوٹے چھوٹے سفید نگینوں والی جھمکے جب کہ گلے میں نفیس سی چین پہن رکھی تھی۔

"لائبہ یہ تم نے کس خوشی میں مجھے قربانی کے جانور کی طرح سجا دیا ہے۔"

اس کی بات پر لائبہ کا دل کیا کہ اپنا سر دیوار میں دے مارے۔ کیا شاندار مثال دی تھی اس نے۔

"بکواس بند کرو اپنی اور چپ کر کے میرے ساتھ چلو۔"

وہ اس کی ایک بھی سنے بغیر اسے تقریباً گھسیٹتی اپنے ساتھ لئے چھت کی طرف بڑھ گئی۔ رات کے بارہ بجنے لگے تھے اور پورا گھر سناٹے میں تھا۔

"!بیسٹ اوف لک"

وہ اس کا گال چوم کر اس کے کان میں سرگوشی کرتی اسے چھت کے دروازے سے اندر کر کے باہر سے دروازہ بند کر گئی۔

سامنے کا منظر دیکھتی مسکان ساکت کھڑی تھی۔پوری چھت کو پھلوں اور موم بتیوں سے سجایا گیا تھا۔سامنے ایک صوفہ اور اس کے آگے ایک میز پڑا تھا جس کی سطح پھولوں سے ڈھکی ہوئی تھی اور اس کے وسط میں ایک خوبصورت سا کیک جب کے اس کے آس پاس ریپ ہوئے گفٹس پڑے تھے۔وہ تحیر سے یہ سب دیکھ رہی تھی جب بہت قریب سے کان میں پڑنے والی سرگوشی سنتے کپکپا اٹھی۔

"!ہیپی برتھ ڈے میری جان"

عمیر نے پیچھے سے اس کے کان کے قریب جھک کر سرگوشی کی تو وہ کپکپاتی جھٹکے سے مڑی جہاں وہ کالے پینٹ کوٹ میں ملبوس شان سے کھڑا تھا۔

وہ اسے دیکھ کر چہرے کا رخ موڑ گئی۔اس کے لئے یہ سب غیر یقینی تھا۔

"ناراض ہو؟"

وہ اس کو ٹھوڑی پکڑ کر اس کا چہرہ اپنی طرف کرتا بولا تو اس کے لہجے میں پیار محسوس کر کے اس کی آنکھیں ایک سیکنڈ سے پہلے نم ہوئی تھیں اور وہ تڑپ ہی تو اٹھا تھا اس کی نم آنکھیں دیکھتے۔

"!ادھر آؤ میرے ساتھ"

وہ اسے اپنے ساتھ لئے صوفے پر آ بیٹھا اور اپنے مضبوط ہاتھوں میں اس کے سرد پڑتے نازک سے ہاتھ تھام لئے۔

دیکھو مسکان میں جانتا ہوں مشال کی وجہ سے تم بہت ہرٹ ہوئی ہو پر جو تم نے دیکھا" وہ سچ نہیں تھا۔ وہ محض ایک فریب تھا۔ تم اچھی طرح جانتی ہو کہ میں کس پروفیشن

سے بیلانگ کرتا ہوں۔مشال میری کلاس فیلو ضرور تھی پر یہ بھی سچ ہے کہ میں کبھی اس سے فرینک نہیں ہوا۔پتا نہیں کب وہ غلط کاموں میں پڑ گئی۔میں سمگلنگ کے ایک کیس پر ورک کر رہا ہے تھا اور اس میں مشال شامل تھی۔مجھے اس سے انفارمیشن چاہیے تھی۔پھر جب اس نے مجھے اپنی جاب کا بتایا تو مجھے سہی موقع مل گیا اور میں اسے یہاں لے آیا۔اس کے قریب رہنا بھی اسی مقصد کا حصہ تھا پر اللہ گواہ ہے میں نے ہمیشہ اسے لمٹ میں رکھا ہے۔اس رات بھی میں اس سے یو ایس بی حاصل کر رہا تھا۔یو ایس بی لینے کے بعد میں اسے بہانے سے وہاں سے بھیجنے ہی والا تھا جب تم وہاں آگئی اور آگے سب تمھارے سامنے ہے۔ہاں میں مانتا ہوں کہ مجھ سے غلطی ہوئی۔مجھے تمہیں اعتبار میں لے کر ساری بات پہلے ہی بتانی چاہیے تھی۔پلیز آخری بار اس غلطی کے لئے معاف کر دو۔"

اس کے ملتجی لہجے پر وہ نظریں پھر گئی۔

"ٹھیک ہے میں آپ کی جاب کا حصہ سمجھ کر اس بات کو بھول بھی جاؤں پر آپ نے جو شروع سے مجھے اگنور کیا میرے ساتھ ہمیشہ تلخ رہے اسے میں کیا سمجھوں؟ آپ کے لئے تو یہ مجبوری کا رشتہ ہو گا نا تو پھر اب رخصتی سے انکار کیوں نہیں کر رہے؟"

اس کے تلخ لہجے پر عمیر کو احساس ہوا کہ وہ کس قدر بدگمان ہے اس سے۔

وہ اس کے اور بھی قریب ہوتا اس کے کندھے کے گرد اپنا بازو پھیلا کر اسے اپنے ساتھ لگا گیا۔ وہ اپنے دھک دھک کرتے دل کو سمبھالنے لگی۔

"تم میری بچپن کی ساتھی ہو چندہ اور بہت محبت کرتا ہوں میں تم سے! میں تم سے گریز نہیں کرتا تھا وہ میری احتیاط تھی۔ تم سے نکاح ہونے کے بعد کیسے کیسے نہ دھڑکا یا یہ دل تم نے۔ میں خود سے ڈرتا تھا مسکان! میں تمہاری معصومیت نہیں ختم کرنا چاہتا تھا۔ میں چاہتا تھا تم پوری یکسوئی سے پڑھائی پر دھیان دو۔ پیار کے اظہار کے

لئے تو تمام عمر پڑی ہے۔ تم میری ہو اور ہر وقت میری نظروں کے حصار میں۔ میں اس سے زیادہ کیا خواہش کر سکتا تھا بھلا۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ تم میری محبت میں کبھی بھی کمی نہیں پاؤ گی۔ وقت گزرنے کے ساتھ اس میں اضافہ ہے ہوتا چلا جا گا۔ کیا میں معافی کی امید رکھ سکتا ہوں؟"

وہ چہرہ ہاتھوں میں چھپاتی سر ہلا گئی تو وہ اس کے شرم سے چھپنے پر ہنسنے لگا۔ کافی عرصے کی کثافت دھل گئی تھی آج تو دونوں کے دل پر سکون ہو گئے تھے۔ عمیر نے اپنا حق استعمال کرتے اس کی پیشانی پر محبت کی پھول کھلا تو وہ جھینپتی فاصلہ بنا گئی۔ عمیر نے ہنستے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑا اور اسے ٹیبل تک لے گیا۔ کیک کاٹ کر ایک دوسرے کو کھلاتے وہ ایک دوسرے کی قربت پر کھکھلا رہے تھے۔ عمیر نے اس کی کلائی تھام کر ایک نازک سا ہیرے جڑا بریسلیٹ اس کی کلائی کی زینت بنا کر وہاں اپنے لبوں کا لمس چھوڑ دیا۔ سحری کے وقت وہ دونوں نیچے آئے فجر کی نماز پڑھ کر مسکان نے رب کے

حضور سجدہ شکر ادا کیا جس نے کچھ آزمائش کے بعد اسے خوشیوں سے مالامال کر دیا تھا۔ بیشک وہ نہایت مہربان ہے!

خوش اسلوبی سے نکاح کی رسم ادا ہونے کے بعد اب تینوں کپلز الگ الگ صوفوں پر اسٹیج پر براجمان تھے۔ زمان، شارق اور شاہین آف وائٹ شلوار قمیض پر اسی رنگ کی ویسٹ کوٹ میں ماحول پر چھائے ہوئے تھے جب کہ حیا، نینا اور لائبہ پستا رنگ کی پیروں کو چھوتی فراکوں میں اپنے دولہوں کے دل کے تار چھیڑ رہی تھیں۔ مسکان کھلتے ہوئے سرخ رنگ کے لہنگے میں سجی سنوری ساتھ بیٹھے عمیر کے دل پر بجلیاں گرا رہی تھی جو خود سیاہ شیروانی میں غضب ڈھا رہا تھا۔

اس نے مسکان کا ہاتھ تھاما تو معلوم ہوا کہ وہ کانپ رہی ہے۔

"!کیا ہوا چندہ اتنی ٹھنڈی کیوں پڑ رہی ہو۔ گھبراؤ نہیں میں ہوں نا"

وہ اس کا ہاتھ دبا کر اس کی آنکھوں میں جھانکتا ہوا پیار بھرے لہجے میں بولا تو وہ خود کو پر سکون کرتی کر سر ہلا گئی۔ اسے یوں اپنے لئے سجا سنورا اپنے پہلو میں بیٹھے دیکھ کر وہ گہری طمانیت سے مسکرا کر اپنے رب کا شکر ادا کرنے لگا جس نے اسے اتنے حسین تحفے سے نوازا تھا۔

زمان نے ساتھ بیٹھی اپنی شریک حیات پر نظر ڈالی جو حجاب اور نقاب میں اسے فخر میں مبتلا کر گئی تھی۔ نا جانے اس نے ایسی کون سی نیکی کی تھی جس کے بدلے اللہ نے اسے اتنی نیک اور صالح بیوی عطاء کی۔

"حیا! کیا میں آپ کا ہاتھ تھام سکتا ہوں؟"

اس کے اچانک مخاطب کرنے پر وہ اس کی بات سنتی آہستگی سے اپنا سر ہلا گئی تو وہ فاصلہ تھوڑا کم کرتے اس کا ہاتھ تھام گیا۔

شکریہ حیا! مجھ پر اور میری محبت پر یقین کے کے مجھے اعتبار سونپنے کا اور میری زندگی میں شامل ہونے کا۔ انشاءاللہ میں آپ کو اتنی محبت دوں گا کہ آپ کو مجھ سے محبت ہو جاگی۔ بدلے میں مجھے بس آپ کا ساتھ چاہیے۔ دیں گی نا میرا ساتھ؟"
اس کے پوچھنے پر وہ ایک پل کے لئے اس کی جگر جگر کرتی آنکھوں میں جھانکتی سر جھکا گئی تو اپنے ہاتھ پر اس کی پکڑ محسوس کرتا وہ سرشاری سے مسکرا دیا۔

"لائبہ ! مجھ سے اب تک ناراض ہیں کیا؟"

شاہین کے پریشانی سے پوچھنے پر وہ چہرہ موڑ گئی۔

پلیز میری زندگی مجھ سے ناراض تو نہ ہوں۔ آپ نہیں جانتی میں سب کچھ برداشت "
"کر سکتا ہوں پر آپ کی ناراضگی نہیں۔

اس کی بات پر اس نے شاہین کی طرف شکوہ کن نظروں سے دیکھا۔
"جی اسی لئے اگنور کیا مجھے۔"

اس کی شکایتی لہجے پر اسے پھر سے ملال ہونے لگا۔

"سوری یار میں بس آپ کو سرپرائز دینا چاہ رہا تھا۔ غلطی ہو گئی معاف کر دیں۔ اب بچے کی جان لیں گی کیا۔"

اس کے بے چارگی سے کہنے پر وہ کھکھلا کر ہنس دی تو شاہین کی جان میں جان آئی۔

"اگر آج کے بعد ایسا ہوا تو میں پھر معاف نہیں کروں گی آئی سمجھ!"

اس کہ حکم پر وہ تابعداری سے سر کو خم دے گیا۔

"جو حکم عالی جاہ!"

وہ پھر سے کھکھلا دی تو اسے دیکھتا وہ بھی پر سکون ہوتا اس کا ہاتھ تھام گیا۔

مینا تم ٹھیک ہو؟" اسے تھر تھر کانپتے دیکھ کر وہ اس کا ہاتھ تھامتا پریشانی سے پوچھ " گیا۔

"پپ۔۔۔پانی چاہیے۔"

اس کے کہنے پر شارق نے جلدی سے ویٹر کو آواز دے کر پانی منگوا کر گلاس اس کے ہونٹوں سے لگایا۔وہ دو گھونٹ بھرتی گلاس پیچھے کر گئی۔

"اب ٹھیک ہو؟"

اس کے پوچھنے پر وہ اسے دیکھتی اثبات میں سر ہلا گئی۔

"بس گھبراہٹ ہو رہی ہے بہت۔"

اس کے گھبرا کر کہنے پر وہ نفی میں سر ہلا گیا۔

"یار بس نکاح ہوا ہے رخصتی تھوڑی ہو رہی ہے جو اتنا گھبرا رہی ہو۔اور یقین کرو میں انسانوں کو بلکل نہیں کھاتا۔"

اس کے شرارت سے کہنے پر وہ بے ساختہ قہقہہ لگا گئی تو شارق نے بھی سکون کا سانس لیا۔وہ ابھی کم عمر تھی اور اتنی جلدی یہ سب ہونے پر فطری گھبراہٹ کا شکار تھی پر کہیں نہ کہیں وہ اسے پر سکوں کر گیا تھا۔فیملی فوٹو کے لئے سب بڑے اسٹیج پر آئے اور اپنی اپنی جگہ سنبھال کر کھڑے ہو گئے۔ان سب کے ہنستے مسکراتے چہروں کو کیمرے کی آنکھ نے ہمیشہ کے لئے محفوظ کر لیا۔بیشک ہر مشکل کے ساتھ آسانی،ہر غمی کے بعد خوشی اور ہر اندھیرے کے بعد سویرا ہے!

ختم شد